ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم

حبِ نبی

مولفہ

محمد عبدالوہاب عندلیب

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حُبِّ نبی

"نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ فَقَالَ اللّٰہُ جَلَّ وَعَلَا۔ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّہَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا۔ جو شخص اللہ سبحانہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی محبت رکھتا اور ان کی اطاعت کرتا ہے وہ آخرت میں ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ سبحانہ نے انعام کیا۔ وہ لوگ انبیاء (علیہم السلام) و صدیقین اور شہداء و صالحین ہیں ان کی رفاقت اچھی رفاقت ہے۔

اطاعت لازمۂ محبت ہے

حضرات! اطاعت کا ترجمہ "محبت" ہم نے جو کیا ہے اس سے آپ کو تعجب ہوگا لیکن اگر آپ نظر تعمق سے ملاحظہ فرمائیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ محبت کا لازمہ اطاعت و اتباع ہے اور اس کا نتیجہ معیت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ

آدمی اسی شخص کے ساتھ ہوگا جسکو وہ محبوب جانتا ہے۔ اسی طرح اس آیۂ کریمہ میں ارشاد ہوا ہے کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول کو محبوب جانتا ہے تو اس کا حشر بھی انبیا علیہم السلام اور صدیقین۔ شہدا و صالحین کے ساتھ ہوگا۔ انبیا میں ان کا محبوب بھی ہے۔ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور اس کے محبوب کے محبین و محبوبین یعنی انبیاء۔ صدیقین۔ شہداء صالحین۔ تو آیۂ کریمہ میں جس معیت کا ذکر ہے وہ در اصل نتیجۂ محبت ہے اور محبت کا لازمہ اطاعت و اتباع۔

اس کا دوسرا شاہد اس آیۂ کریمہ میں ہے۔ قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي ۔ اے نبی کریم! آپ ان لوگوں سے فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ کو محبوب جانتے ہو تو میری طاعت و اتباع کرو۔ پس ظاہر ہے کہ بغیر اس کے دعوے محبت فضول ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت لازم ہے | قرآن کریم اور احادیث شریفہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کو مسلمانوں پر لازم گردانا ہے۔ لیکن محبت ایسی ہو کہ اس کے مقابلہ میں کسی اور چیز کی محبت دل پر غالب نہ ہو۔ بغیر اس کے ایمان کامل نہیں ہوتا۔ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۔ اے نبی کریم! آپ فرما دیجئے کہ اگر تمہارے ماں باپ یا بیٹا بیٹی۔ بھائی بند۔ بی بیاں قرابتدار اور دوست احباب اور تمہارا مال و متاع اور تجارت جس کے بگڑ جانے کا تمہیں اندیشہ ہے اور مکانات جو تمہیں پسند ہیں یہ سب اللہ اور اس کے

رسول اور اسکی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ تر محبوب ہیں تو اللہ سبحانہ کے حکم کا انتظار کرو۔ اللہ فسق کرنیوالی قوم کو راہ راست نہیں دکھاتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی محبت سب محبتوں سے زیادہ ہونی چاہیئے

اس آیۂ کریمہ میں اللہ پاک نے حکم فرمایا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنا سب سے زیادہ محبوب ہونا چاہیئے ان کے مقابلہ میں نہ ماں باپ کی محبت کی پرواہ ہو نہ اولاد و برادری کی اور نہ کسی اور کی۔ یہ تو جان کی دوستی تھی اسیطرح نہ مال و متاع کی دوستی ہو اور نہ تجارت وغیرہ معاملات کی نیز مکانات وغیرہ کی بھی اتنی محبت نہو۔ جو لوگ اس کے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں انکو اعلان دیا گیا ہے کہ خلاف کرنیوالے یا تو اسی دنیا میں کسی بلا میں مبتلا ہونگے یا آخرت میں اُن سے بازپرس ہوگی اس کے ساتھ اللہ پاک نے خلاف کرنیوالے لوگوں کو فاسقین کے لقب سے یاد فرمایا ہے اور آئندہ اُن کو راہ راست : دکھانے کی وعید شدید سنائی ہے۔ یعنی جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے تمام قرابتداروں اور مال و متاع سے زیادہ محبت نہیں کرتے وہ راہ راست سے ہٹے ہوئے ہیں اور اللہ سبحانہ بھی انکو راہ راست نہیں دکھاتا ہے۔

کمال ایمان کیلئے حب نبی شرط ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور مسلم شریف و نسائی شریف میں یہ حدیث موجود ہے کہ آنحضرت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّلَدِهٖ وَوَالِدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۔ تم میں کا کوئی شخص مومن کامل نہیں ہوسکتا اسوقت تک کہ میری محبت اسکے دل میں اپنے بچوں اور ماں باپ اور تمام لوگوں سے زیادہ نہو۔

محبت پیدا کرنیکا ایک طریقہ

اس بیان کے سننے سے آپ گھبرائیں نہیں کیا مسلمان کے

رسول کے ساتھ ایسی محبت پیدا کرنا بہت مشکل ہے۔ مشکل نہیں ہے۔ آسان ہے
بشرطیکہ ایک طریقہ اختیار کیا جائے۔ فرض کیجئے کہ آپ کو اپنے بچے سے زیادہ محبت
ہے یا اور کسی رشتہ دار سے۔ لیکن یہ محبت آپ کے اختیار سے نہیں ہے طبیعت
اس کی مقتضی ہے۔ اور بہ تقاضائے طبیعت آپ ان رشتہ داروں کو سب سے
زیادہ چاہتے ہیں۔ چونکہ حالت ابتدائی ہے۔ اس لئے اس میں آپ پر کوئی الزام
نہیں لیکن آپ کو کوشش کرنی چاہیئے کہ اللہ اور اس کے رسول سے قصداً زیادہ
محبت کیا کریں۔ اگرچہ ابتداءً آپ کی محبت خدا و رسول کے ساتھ تکلف
سے ہوگی۔ مگر جب ایک عرصہ گزر جائیگا تو یہ امر آپ کی طبیعت و فطرت میں
داخل ہو جائیگا۔ اب خود آپ کی طبیعت مجبور ہوگی کہ اللہ اور اس کے رسول
کو سب سے زیادہ چاہا کریں۔ اور انکی محبت کو سب چیزوں کی محبت سے
زیادہ دل میں جگہ دیا کریں۔

محبت کے اقسام | کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ محبت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک طبعی
دوسری اختیاری۔ حدیث شریف اور قرآن کریم میں جس محبت کا ذکر ہے وہ محبت
اختیاری ہے۔ یعنی انسان اپنی خواہش اور ارادہ سے جن چیزوں سے محبت
دانستہ پیدا کرتا ہے ان میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت سب سے بڑھکر
ہونی چاہیئے۔ رہی محبت طبعی جس میں انسان کے تصرف و اختیار کو دخل
نہیں۔ مثلاً فطرۃً کسی سے محبت ہے اور ایسی محبت ہے کہ وہ شخص سب سے
زیادہ محبوب بھی ہے تو اس کا مواخذہ نہیں ہے کیونکہ یہ ایک فطری اور طبعی
امر ہے جس میں انسان مجبور ہے اور یہ بات انسانی طاقت سے باہر ہے
اللہ پاک کا ارشاد ہے۔ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔ اللہ کسی شخص
کو اس کی طاقت سے بڑھکر کسی چیز کی تکلیف نہیں دیتا۔ البتہ مسلمان کو چاہیئے کہ

اپنی خواہش اور عقل کے رجحان سے جس چیز کو محبوب سمجھ رہا ہے اس سے زیادہ اللہ اور اس کے رسول کو محبوب جانے۔ اگرچہ یہ امر اس کی طبیعت اور خواہش کے خلاف ہو۔

محبت اختیاری کی ایک مثال

اس کی مثال یوں سمجھ لیجئے کہ ایک شخص بیمار ہے حکیم نے اس کے لئے ایک دوا تجویز کی ہے جو حد درجہ تلخ ہے ہر چند کہ اس کا استعمال کرنا نفس کو گوارا نہیں لیکن جب یہ معلوم ہو چکا ہے کہ حکیم حاذق نے نسخہ تجویز کیا ہے تو طبیعت طوعاً و کرہاً اس دوا کی طرف رغبت کرتی ہے تندرستی پانیکا خیال جو دل میں بسا ہوا ہے وہ خود بخود انسان کو ایسی تلخ سے تلخ دوائی کے پینے پر مجبور کر دیتا ہے اور وہ بیمار اس کو طلب کر کے بلکہ اس کے لیے اپنے جیب سے دام خرچ کر کے استعمال کرتا ہے اگر آپ غور فرمائیں تو اسی مثال سے یہ نتیجہ بھی نکل سکتا ہے کہ انسان نفس کی بیماریوں اور روحانی امراض میں مبتلا ہے۔ شفا حاصل کرنیکی اس کو سخت ضرورت ہے طبیب روحانی نے اس کا ایک نسخہ بتا دیا ہے۔ اگرچہ اس پر عمل کرنا دشوار ہے اور قدرے تکلیف دہ معلوم ہو رہا ہے۔ لیکن جب شفایابی پیش نظر ہے اور بیماری کے مہلک و تباہ کن ہونیکا یقین ہے تو دوا کی تلخی اس کے لئے سنگ راہ نہیں ہو سکتی۔ اسی نظیر پر سمجھ لیجئے کہ طبعی طور پر اگرچہ اس کو اولاد محبوب ہے بی بی سے محبت ہے۔ جان پیاری ہے۔ مال و متاع سے الفت ہے مکان سے انس ہے۔ لیکن اسکو یہ بھی معلوم ہے کہ یہ کوئی چیز ساتھ آنیوالی نہیں ہے اور کسی کی محبت آخرت میں کام نہ آئیگی تو اس کی طبیعت ان تمام چیزوں سے خود رخ پھیریگی۔ اور اس کی طبیعت کا تقاضا یہ ہو گا جو طبیب روحانی کا ارشاد ہے کہ اللہ اور اسکے رسول کو سب سے زیادہ محبوب جانو

جیسا وہ بتا رہا ہے ان تمام چیزوں کی محبت پر اللہ اور اسکے رسول کی محبت کو ترجیح دیگا۔

محبت کی آخری منزل یہ محبت کی پہلی منزل ہے اور اسکا کمال اور آخری درجہ یہ ہے کہ انسان کی خواہش اور اسکا ارادہ بھی طبعاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے تابع ہو جاوے۔ چنانچہ ارشاد ہے لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهٖ۔ تم میں سے کسی کا ایمان اسوقت تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ اسکی خواہش میرے لائے ہوئے احکام ہدایت کی تابع نہ ہو جائے۔

محبت کی علامتیں بخاری شریف اور مسلم شریف میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ثَلٰثٌ مَنْ کُنَّ فِیْهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْاِیْمَانِ۔ اَنْ یَّکُوْنَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَرَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا۔ وَاَنْ یُّحِبَّ الْمَرْءَ لَا یُحِبُّهٗ اِلَّا لِلّٰهِ تَعَالٰی۔ وَاَنْ یَّکْرَهَ اَنْ یَّعُوْدَ فِی الْکُفْرِ کَمَا یَکْرَهُ اَنْ یُّقْذَفَ فِی النَّارِ۔ تین چیزیں ہیں۔ یہ جس شخص میں ہونگی وہ ایمان کی شیرینی پائیگا۔ اول یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ان کے ماسوا سے زیادہ چاہے۔ دوسرا یہ کہ اگر کسی سے دوستی رکھے اللہ سبحانہ کے لئے رکھے۔ اس کے سوا کسی اور غرض کے لئے نہیں۔ تیسرا یہ کہ آگ میں ڈالے جانے کو جسطرح مکروہ جانتا ہے اسی طرح کفر میں لوٹنے کو مکروہ جانے کیونکہ یہ امر مسلم ہے کہ اللہ سبحانہ منعم حقیقی ہے رزق کی تقسیم اور اخلاق کی تعلیم اسی کا کام ہے وہ جس کو رزق دینا یا اخلاق سکھانا چاہے کوئی اسکو روک نہیں سکتا اور وہ جس کو اس سے روکنا چاہے کوئی اسکو دے نہیں سکتا۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ سبحانہ نے اسلامی عقائد اور اسلامی اخلاق ہم تک پہنچانے کا وسیلہ و ذریعہ بنایا۔ آپ ہی کے طفیل سے ہم کو ہدایت الی اللہ حاصل ہوئی اور اخلاق کی درستی عمل میں آئی۔ ایسی حالت میں آپ کے حقوق کو ماننا اور آپ سے محبت کرنا ہمارا فرض اور عین ایمان ہے۔ اور چونکہ یہ نعمتیں تمام نعمتوں سے زیادہ بھاری اور قابل قدر ہیں ان کے مقابلہ میں کوئی نعمت نہیں ہو سکتی۔ اس لحاظ سے آپ کی محبت کو سب سے زیادہ دل میں جگہ دینا اور آپ کے احترام و اعزاز کو پیش نظر رکھنا ہم پر لازم ہے۔

حضرت فاروق کی محبت

بخاری شریف میں حضرت سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے حضرت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرض کی لَاَنْتَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ کُلِّ شَیْئٍ اِلَّا مِنْ نَفْسِیْ الَّتِیْ بَیْنَ جَنْبَیَّ۔ یقیناً آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ تر محبوب ہیں مگر اپنے نفس سے جو میرے پہلو میں ہے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ لَنْ یُّؤْمِنَ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ نَفْسِہٖ۔ ہرگز کوئی شخص تم میں کا مومن کامل اس وقت تک نہیں ہو سکتا کہ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ جانے۔ اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی وَالَّذِیْ اَنْزَلَ عَلَیْکَ الْکِتَابَ لَاَنْتَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ نَفْسِیَ الَّتِیْ بَیْنَ جَنْبَیَّ۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ پر کتاب (قرآن مجید) نازل فرمائی یقیناً آپ مجھے اپنی اس جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں جو میرے پہلو میں ہے۔ تو اس وقت ارشاد نبوی ہوا۔ روحی فداہ۔ اَلْاٰنَ یَا عُمَرُ۔ اے عمر! اب تمہارا ایمان پورا ہوا۔ یہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو [illegible] ہے۔

حضرت سہل بن عبداللہ تستری کی رائے

حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولایت اور حکومت کو تمام احوال میں اپنے نفس پر تسلیم نہیں کرتا۔ اور مانتا نہیں اور اپنی جان کو آپ کی ملکیت نہیں کرتا۔ اسوقت تک وہ سنت رسول کی خیر نہیں پاتا ہی نہیں یعنی آپ کی سیرت سے مستفید نہیں ہو سکتا۔ اس کی تائید حق سبحانہ تعالٰے کے ارشاد سے بھی ہوتی ہے۔ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا

اے نبی کریم! آپ کے پروردگار کی قسم ہے کہ لوگ ایماندار نہ ہونگے اسوقت تک کہ آپس میں جو معاملات اور جھگڑے ہوتے ہیں ان میں آپکو حکم اور فیصلہ کن نہ بنائیں۔ پھر آپ نے جو تصفیہ فرمایا اس کو ٹھنڈے دل سے مان لیں اور اپنے دل میں اس فیصلہ سے کسی قسم کی تنگی نہ پائیں۔

بیان سابق سے آپکو معلوم ہو چکا ہوگا کہ آنحضرت سرور دو عالم حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کس درجہ ہونی چاہیئے اور کمال ایمان کیلیئے اس کی کیسی ضرورت ہے۔

شوق ملاقات بھی محبت کی علامت ہے

محبت کی ایک علامت شوق ملاقات بھی ہے کہ انسان ہر دم اپنے محبوب سے ملنے کا متمنی اور آرزو مند رہتا ہے اور اس کی جدائی سے دردناک۔

ہم بعض محبین بارگاہ نبوت کے احوال سناتے ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ سلف صالحین کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اپنے بھائی بندوں ماں باپ اور اپنی جانوں کے مقابلہ میں کس درجہ تھی۔ اور اس کے بعد آپ اپنی حالت کا بھی اندازہ کیجیئے۔

آنحضرت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور آپکے شوق ملاقات کے

دو پہلو ہیں۔ ایک وہ جبکہ آپ اس عالم میں تشریف فرما تھے دوسرا وہ جبکہ آپ نے اس جہان سے پردہ فرما لیا۔ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ آلہ وسلم جب تک اس عالم میں رونق افروز تھے صحابہ کی حالت پروانہ کی سی تھی ذرا دیر کی جدائی بھی ان پر شاق تھی۔

حضرت ثوبانؓ کا شوق ملاقات

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو آنحضرت کے آزاد کردہ غلام تھے۔ ایک وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار سے مستفید نہ ہو سکے تو زار و قطار رونے لگے۔ جب شرف ملاقات نصیب ہوا تو عرض کی یارسول اللہ! تھوڑی دیر کی جدائی مجھ پر شاق گزر رہی ہے تو آخرت میں میرا کیا حال ہوگا۔ جبکہ آپ رفیق اعلیٰ سے ملینگے اور آپ کو مقام محمود عنایت ہوگا اور ہم غلامان بارگاہ نبوت اپنے اعمال کے لحاظ سے اپنی جگہ رہینگے۔ تو ارشاد ہوا آدمی اپنے محبوب کیساتھ ہوگا۔

ایک انصاری خاتون کی محبت

بیہقی نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت فرمائی ہے کہ غزوہ احد میں ایک انصاری عورت کے باپ اور بھائی اور شوہر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تائید میں جام شہادت نوش کئے اور یہ بات مشہور ہوگئی کہ مسلمانوں کو شکست ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی شہید ہوئے۔ مشرکین اور منافقین اس خبر سے خوش تھے لیکن مسلمانوں کو اس سے بیحد تشویش تھی۔ اس انصاری بی بی کو جب اس کے شوہر اور باپ اور بھائی کے قتل کی معتبر خبر پہنچی تو اس بی بی نے دریافت کیا مَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کیا حال ہے۔ لوگوں نے کہا بحمد اللہ تم جیسا چاہتی ہو حضور بخیر و عافیت ہیں۔ اسپر ان بی بی کو حضور کی خیریت کا تو علم ہوگیا مگر دل جو شوق دیدار سے لبریز تھا

اسکو تمہی نہ ہوئی کہنے لگیں اَرِنِيْهِ حَتّٰى اَنْظُرَ اِلَيْهِ ۔ ترجمہ حضور کو دکھا دو تاکہ اپنی آنکھوں سے آپ کو دیکھ لوں چنانچہ جب اُس بی بی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو کہا كُلُّ مُصِيْبَةٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ ۔ آپ کے ہوتے تمام مصیبتیں آسان ہیں۔

یہ واقعات شوق اس عالم میں رونق افروز ہونے کے وقت کے ہیں۔ اس عالم میں جلوہ فرمائی کے بعد کے احوال بھی سُن لیجئے۔

حضرت خالد بن معدان کا شوقِ ملاقات عبدہ بنت خالد اپنے والد ماجد حضرت خالد بن معدانؓ کا حال بیان فرماتی ہیں کہ حضرت خالد جب بچھونے پر آتے تو سونے کے وقت جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کبار مہاجرین وانصار کے نام لے کر اظہار شوق نہ کرتے اور انکی ملاقات و دیدار کی آرزو نہ کرتے اس وقت تک آرام نہ فرماتے۔ بستر پر لیٹنے کے بعد بار بار فرماتے هُمْ اَصْلِيْ وَفَصْلِيْ وَاِلَيْهِمْ يَحِنُّ قَلْبِيْ طَالَ شَوْقِيْ اِلَيْهِمْ فَعَجِّلْ رَبِّيْ قَبْضِيْ اِلَيْكَ اصول دین پوچھو تو وہی ہیں۔ اور فروع مجتہدین پوچھو تو وہی ہیں۔ میرا دل انہیں کی طرف مائل ہے اور ان کی طرف میرا شوق بڑھ گیا ہے۔ پروردگار! جلدی سے میری روح قبض کر کے اپنی رحمت کی طرف بلا لے (اور مجھے اپنے احباب سے ملا دے) ان کلمات کو زبان سے دوہراتے دوہراتے آپ سو جاتے تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم اجمعین وصلی اللہ علی رسول اللہ وعلی آلہ۔

ایک ضعیفہ کی محبت زید بن اسلم ایک جلیل القدر فقیہ اور تابعی ہیں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ آپ زمانہ خلافت میں اپنی عادت کے مطابق رات کو گھر سے نکلے اور شہر میں حفاظت کے لئے پھرنے لگے

تو ایک مکان میں چراغ روشن پایا۔ وہاں ایک ضعیف العمر بی بی جو پشم چلاتی ہوئی یہ گیت گا رہی تھیں۔ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلٰوۃُ الْاَبْرَارِ۔ صَلّٰی عَلَیْہِ الطَّیِّبُوْنَ الْاَخْیَارُ۔ قَدْ کُنْتَ قَوَّامًا بُکًا بِالْاَسْحَارِ۔ یَا لَیْتَ شِعْرِیْ وَالْمَنَایَا اَطْوَارٌ۔ ھَلْ تَجْمَعُنِیْ وَحَبِیْبِیَ الدَّارُ۔ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر نیک لوگوں کی طرف سے درود وسلام ہو۔ آپ پر پاک اور اچھے لوگ درود وسلام پڑھیں۔ (یا رسول اللہ!) آپ تو راتوں کو عبادت کے لئے کھڑے رہنے والے اور سحر کو دعائیں گریہ وزاری فرمانے والے تھے۔ موت تو عجب حال ہے۔ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ دار جنت میں میں اپنے حبیب کے ساتھ رہونگی۔

جب یہ آواز حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کانوں تک پہنچی تو آپ بیٹھ گئے۔ خود بھی ہجر رسول اور آپ کے اشتیاق وفراق میں رونے لگے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حضرت ابن عمرؓ کی محبت

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاؤں میں کچھ خلل آگیا تھا جس کی وجہ سے آپ اس کو ہلا نہیں سکتے تھے۔ علاج کیا مگر فائدہ نہ ہوا۔ آپ سے کسی نے کہا کہ آپ کو سب لوگوں میں جو زیادہ عزیز ہو اور جس سے آپ کو بہت محبت ہو ان کو یاد کیجئے۔ اپنے محبوب کی یاد اور اس کا نام لینے سے جو خوشی ہوگی اس کی وجہ سے پاؤں کا عارضہ جاتا رہیگا۔ یہ سنتے ہی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے زور سے **یا محمداہ** کا نعرہ لگایا۔ نعرہ لگانا ہی تھا کہ پاؤں کھل گیا۔ اور خلل جاتا رہا۔ اس سے ظاہر ہے کہ ابن عمر کے پاس حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھکر کوئی شخص محبوب تر نہ تھا۔ بلکہ ہر دم وہر لحظہ آپ کا شوق دیدار پیش نظر تھا۔ جب ہی تو

ایسی دردناک حالت میں بھی بے اختیار نام مبارک زبان پہ آگیا نام آنا کیا تھا کہ درد دُور ہوگیا۔ اور شفا حاصل ہوگئی

حضرت بلالؓ کی محبت

حضرت سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا وقت جب قریب آیا تو آپ کی بی بی بکمال رنج و غم فرمائیں وَاحُزْنَاہُ کیا ہی غم کا موقع ہے۔ عاشق رسول حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے جواب میں فرمایا وَاطَرَبَاہُ ۔کیا ہی خوشی کا موقع ہے ۔اس کے بعد فرمایا۔ اَلْقٰی غَدًا اِلْاَحِبَّۃَ مُحَمَّدًا وَّ صَحْبَہٗ ۔کل کے دن ہم اپنے احباب سے ملاقات کرینگے ۔جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کے اصحاب ہیں ۔یعنی جب اپنے حقیقی دوستوں اور محبین سے ملنے کا وقت قریب آرہا ہے اور شب ہجر صبح وصال سے مبدل ہو رہی ہے تو غم کا کونسا موقع ہے یہ تو خوشی کا وقت ہے اس سے زیادہ خوشی اور کیا ہو سکتی ہے۔

حضرت عمار بن یاسرؓ کی محبت

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب جنگ صفین میں جام شہادت نوش فرمایا اور وفات ہونے لگی تو فرمایا اَلْاٰنَ اَلْقٰی الْاَحِبَّۃَ مُحَمَّدًا ثُمَّ حِزْبَہٗ ۔میں ابھی ابھی اپنے دوستوں سے ملونگا۔ پہلے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے پھر آپ کی جماعت صحابہ سے ۔رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک خاتون نے حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمائش کی کہ ذرا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف سے پردہ ہٹادیں ۔چنانچہ ام المومنین نے پردہ ہٹادیا۔ وہ خاتون زیارت قبر مبارک کے وقت اپنے فراق اور شوق میں اتنا روئیں کہ دم نکل گیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اپنے والدین اور اپنی جان و مال سے زیادہ ہونے کے کئی پہلو ہیں ۔ایک انصاری صحابی کی خاتون کا واقعہ بھی

آپ نے ساعت فرمایا۔ جس پر اس مبارک خاتون نے اپنے باپ بھائی شوہر کے قتل کو اتنی اہمیت نہ دی جتنی حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی خیریت کو۔

حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے جب تبلیغ اسلام فرمائی اور مسلمان ہونیوالے مسلمان ہو چکے اور اسلام کی خوبیاں ان کے ذہن نشین ہو گئیں تو انکو آرزو ہوتی تھی کہ اُن کے ماں باپ اور سارے قرابتدار نیز دوست احباب سب کے سب مسلمان ہو جائیں اور دین اسلام میں شامل ہوں۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے پہلے مشرف باسلام ہو چکے تھے۔ اور آپ کے والد ابو قحافہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ حضرت صدیق کو اپنے والد ماجد کے مسلمان ہونیکی آرزو تھی۔

حضرت صدیق اکبرؓ کی محبت جسوقت حضرت ابو قحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرف باسلام ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے انکے فرزند رشید حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ان کے واجب الاحترام والد کے مسلمان ہونیکی خوشخبری سنائی اور مبارکباد دی تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی۔ وَالَّذِیْ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ لَاِسْلَامُ اَبِیْ طَالِبٍ کَانَ اَقَرَّ لِعَیْنِیْ مِنْ اِسْلَامِہٖ۔ اُس ذات کی قسم ہے جس نے آپ کو دین حق کے ساتھ بھیجا۔ یقیناً ان کے اسلام سے زیادہ (آپ کے چچا) ابو طالب کے مسلمان ہونے سے مجھے زیادہ خوشی ہوتی اور اس سے) میری آنکھیں زیادہ ٹھنڈی ہوتیں۔ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آپ کی محبت کا حال معلوم ہوتا ہے۔

حضرت فاروق اعظمؓ کی محبت حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ سے

تو یہی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عباس سے بار بار کہا کرتے تھے۔ اِنَّ اِسْلَامَکَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اِسْلَامِ الْخَطَّابِ۔ آپ کا اسلام (میرے نزدیک میرے باپ) خطاب کے مسلمان ہونے سے بھی مجھے زیادہ محبوب ہے

یہ بھی اس لئے تھا کہ اگر خطاب یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ماجد موجود ہوتے اور اسلام قبول کرتے تو اس کی خوشی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہوتی۔ اور حضرت عباس کے مسلمان ہونے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوشی ہوگی۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خوش ہونا یقیناً حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خوشی سے زیادہ ہے۔ اللہ سبحانہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ آرزو پوری کردی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوش فرمایا کہ حضرت عباس فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوگئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

صحابہ کرام کی محبت حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے دریافت کیا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ جملہ صحابہ کی محبت کس درجہ تھی۔ آپ نے فرمایا۔ کَانَ وَاللّٰہِ اَحَبَّ اِلَیْنَا مِنْ اَمْوَالِنَا وَاَوْلَادِنَا وَاٰبَائِنَا وَاُمَّھَاتِنَا وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ عَلَی الظَّمَاءِ۔ خدا کی قسم! آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے نزدیک اپنے مال ومتاع اولاد ماں باپ وغیرہ سے بھی زیادہ محبوب تھے۔ اور پیاس کے وقت ٹھنڈے پانی سے جیسی محبت ہوتی ہے اس سے بھی زیادہ آپ سے محبت تھی۔ محبت ایک ذوق اور وجدانی کیفیت ہے اس کا اظہار الفاظ سے نہیں ہوسکتا۔ مگر حضرت شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بے نظیر طریقہ سے امر محسوس سے تشبیہ دیکر اس کیفیت وجدانی کو ظاہر فرما دیا کہ جب تشنگی غالب ہو اور میدان لق ودق۔ پانی کا پتہ نہ ہو تو جان کس عذاب میں رہتی ہے۔ ایسی تکلیف کے وقت اگر کہیں ٹھنڈا پانی مل جائے تو اس کی

قدر وقیمت پیارا آدمی ہی بیان کرتا ہے۔ حضرت [illegible] رضی اللہ عنہ [illegible]
[illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم [illegible]
[illegible] یہ ذی قالت [illegible]
[illegible] رہتی ہے۔ اور [illegible] کہ یا رسول اللہ تو [illegible]
[illegible] پانی روح رواں ہے [illegible]
کے لئے آنحضرت کی ذات روح الارواح ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

حضرت عمرو بن العاص کا قول | حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مَا كَانَ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ میرے نزدیک حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ کوئی محبوب نہ تھا۔

حضرت عمر بن الخطاب کا قول | حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا قول تو آپ سن چکے ہیں لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِي۔ آپ یقیناً میرے نزدیک اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔

یہ سلف الصالحین کی محبت کے احوال تھے ایک ہم بھی ہیں کہ محبت کا دم بھرتے ہیں مگر صرف زبانی دعویٰ ہے۔ خداوند تعالیٰ ہمارے قال کو حال سے بدل دے اور ہم سب کو سچا جاں نثار اور پکا مطیع وفرمانبردار بنا دے آمین ثم آمین۔

اگرچہ سلف الصالحین کے مراتب کہاں حاصل ہو سکتے ہیں لیکن ہم ایک حدیث شریف سناتے ہیں جو ہم دور افتادہ غلاموں کے فخر ومباہات کے لئے کافی ہے۔

متاخرین کیلئے بشارت | مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مِنْ أَشَدِّ أُمَّتِي لِي حُبًّا نَاسٌ يَكُونُونَ بَعْدِي يَوَدُّ أَحَدُهُمْ لَوْ رَآنِي بِأَهْلِهِ وَمَالِهِ

مجھے سب سے زیادہ محبوب جاننے والے وہ لوگ ہیں جو میرے بعد ہونگے ان میں کا ایک ایک شخص اس امر کی آرزو کریگا کہ اپنے اہل و عیال و مال و متاع کے عوض مجھے دیکھ لیں۔

محبت کی کھلی نشانی | یاد رکھئے کہ محبت کی چند نشانیاں ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی پیروی اور نواہی سے باز رہنا۔ اور آپ کے آداب و اخلاق کو چراغ ہدایت بنانا۔ اور تا امکان اس کے اختیار کرنیکی کوشش کرنا۔ خواہ تنگدستی کی حالت ہو یا فراخدستی کی۔ خوشی کا موقع ہو یا رنج کا۔ کھانا کھائے ہوئے ہوں یا بھوکے۔ مقام فنا میں ہوں یا بقا میں۔ ہر حال میں آپ کی اتباع کرنی چاہیئے ارشاد باری ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ۔ اے نبی کریم! آپ اپنی امت مرحومہ سے فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اتباع ہی ایک کسوٹی ہے جس سے محبت کی سچائی کا امتحان ہو سکتا ہے۔ وہ محبت کبھی سچی نہیں جو صرف زبان پر ہو اور اس کا اثر دل، دماغ، ہاتھ پاؤں، آنکھ، کان، وغیرہ پر نہ ہو۔ اگر یہ چیزیں اللہ اور اسکے رسول کے کہے میں نہیں ہیں تو محبت کو بھی سلام ہے۔ ایسے لوگ صرف اپنی زبان سے محبت کا دعوی کرتے ہیں مگر اللہ اور اس کے رسول کے پاس وہ محب نہیں کہلاتے۔ حدیث شریف میں ہے کہ محب اور محبوب قیامت میں ایک ساتھ رہینگے اور ظاہر ہے کہ طاعت محبت کی علامت ہے۔

الٰہی ہمیں سیدھے راستہ کی ہدایت دے۔ راستہ ان لوگوں کا جن پر تو نے انعام کیا۔ اے پروردگار ہمیں اپنی اور اپنے رسول کی محبت دے اور انکی اطاعت میں رکھ۔ اور اپنے نیک بندوں کے ساتھ اٹھا۔

فصل

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد فقد قال اللہ تعالیٰ۔ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ۔ (اے نبی کریم! آپ فرمادیجئے کہ اگر تمہارے ماں باپ۔ بیٹا بیٹی۔ بھائی بہن۔ بی بی یا شوہر کنبہ والے اور مال ومتاع جو تم نے حاصل کیا ہے اور تجارت جسکے خراب ہونیکا اندیشہ ہے (یہ سب چیزیں) تمہیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہوں تو اللہ کے حکم کے آنیکا انتظار کرو بدکار لوگوں کو اللہ سبحانہ راہ راست نہیں دکھاتا۔

صحابۂ کرام کی محبت حضرات! گذشتہ فصل میں آپ کو حضرت شیر خدا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کا ارشاد سنایا گیا ہے۔ کَانَ وَاللّٰہِ اَحَبَّ اِلَیْنَا مِنْ

اس سوا ... او لا ادری ای ذلک کان اَنَّھَا بِمَا دُونَ الْمَاءِ الْبَارِدِ عَلَی الظَّمَاءِ
خدا کی قسم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں اپنے مال، اولاد، ماں باپ سے
بھی زیادہ محبوب تھے بلکہ تشنگی کے وقت ٹھنڈا پانی جیسا محبوب ہوتا ہے اس سے
بھی زیادہ۔ یہ ارشاد بعینہ اس آیت کریمہ کا ترجمہ ہے۔ اور حدیث شریف
لَنْ یُؤْمِنَ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ نَفْسِہٖ وَمَالِہٖ
وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔ بھی اسی آیت کریمہ کی تفسیر ہے لیکن اس آیت
کریمہ میں شان جامعیت ہے کہ اس میں مال، متاع، تجارت، مکانات اور جہاد
فی سبیل اللہ کا بھی ذکر ہے۔

عموماً محبت چار چیزوں سے ہوتی ہے | جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت
سے پھیرنے والی جتنی چیزیں ہو سکتی ہیں وہ چار قسموں میں منقسم ہیں۔

۱۔ قرابتداروں کی دوستی اور ابنائے جنس کا میل جول۔ آیۂ کریمہ میں
الفاظ "آبَاؤُکُمْ، اَبْنَاؤُکُمْ، اِخْوَانُکُمْ، اَزْوَاجُکُمْ" کا اشارہ اقربا
کی طرف ہے۔ اور عَشِیْرَتُکُمْ سے وہ لوگ مراد ہیں جو معاشرت میں شریک
ہیں یعنی ابنائے جنس۔

۲۔ مال مکسوبہ کہ وہ اپنی محنت اور کمائی کا ہونے کی وجہ سے نفس اس کی جدائی
کو نہیں چاہتا اور دل پر اس کی محبت غالب رہتی ہے اسی وجہ سے اس
کی طرف دل ہمیشہ مائل رہتا ہے۔ اَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْھَا میں اسی طرف
اشارہ ہے۔

۳۔ تجارت وغیرہ کے ذریعہ مال حاصل کرنے کا شوق۔ یہ خیال بھی جب دامنگیر
ہوتا ہے تو انسان کو کسی کی محبت والفت کا کوئی لحاظ نہیں ہوتا۔ تِجَارَۃٌ تَخْشَوْنَ
کَسَادَھَا کا اشارہ اسی جانب ہے۔

یہ کائنات جہاں انسان کی بود و باش اور اس کی [illegible] ہوتی ہے
یہ انسان کی [illegible] کی آخری غایت ہے کہ وہ اپنی [illegible] جائداد کی شکل
میں رکھنا چاہتا ہے تاکہ دوسرے اموال و اسباب [illegible] اگر کوئی آفت آ بھی
جائے تو یہ محفوظ رہے اور رہنے سہنے کے لئے کوئی ٹھکانا باقی رہے یہی مراد ہے
ارشاد باری تعالیٰ عز اسمہٗ میں و مساکن ترضونہا سے [illegible] چیزیں [illegible]
جو انسان کو حق تعالیٰ اور اس کے حبیب پاک کی محبت سے [illegible] روک سکتی ہیں
اس مضمون کو اللہ سبحانہ نے ایک ہی آیت کریمہ میں ترتیب کیساتھ بیان
فرمایا ہے۔ سبحانہ ما اعظم شانہٗ۔

صحابہ کرام کی اطاعت

مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے تشریح فرمایا ہے کہ آنحضرت
سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم
اجمعین کو ہجرت کا حکم فرمایا تو اس وقت کیفیت یہ تھی کہ باپ مسلمان ہے
تو اس کا بیٹا کافر۔ کہیں بیٹا مسلمان ہے تو باپ کافر۔ کہیں ایک بھائی
مسلمان اور دوسرا کافر۔ زوجہ مسلمان تو شوہر کافر، و بالعکس۔ اسی طرح
ایک دوست مسلمان ہے تو دوسرا نہیں۔ الغرض ایسے سینکڑوں ہزاروں
نظائر تھے۔ بہ تعمیل ارشاد مبارک بارگاہِ رسالت جب صحابہ کرام مکہ مکرمہ سے
مدینہ طیبہ چلنے اور اپنے وطن مالوف اور مسقط الراس کو خیرباد کہنے لگے تو غیر مسلم
باپ اپنے مسلمان بیٹے کے پاس آتا تو بیٹا اس کی طرف التفات بھی نہیں کرتا
تھا۔ ہر فرد مسلم کی اپنے لوگوں کے ساتھ یہی کیفیت تھی۔ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی محبت ان کے دلوں میں ایسی جاگزیں تھی کہ دوسری کسی چیز کی
محبت کی اس میں گنجائش نہ تھی۔ اگر وہ لوگ ہجرت کے بعد اپنے مسلمان
قرابتداروں کے پاس آتے تو یہ ان کو اپنے گھروں میں اُتارتے اور نہ اُن کا

نفقہ وغیرہ ادا کرتے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس امر کی اجازت دے دی کہ اپنے غیر مسلم قرابتداروں یا دوستوں کے ساتھ حسن سلوک کا برتاؤ رکھیں۔ چنانچہ ارشاد باری ہے

لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ۔

جن لوگوں نے دین کے بارہ میں تم سے لڑائی نہیں کی اور نہیں تمہارے گھروں سے نکالا انہیں دیا اللہ انکے ساتھ نیک سلوک کرنے اور انصاف کا برتاؤ رکھنے کی ممانعت نہیں کرتا ہے۔ انصاف کرنیوالوں کو تو وہ دوست جانتا ہے البتہ جن لوگوں نے تم سے دین کے بارہ میں لڑائی کی اور تمہیں اپنے گھر سے نکال دیا ان کو اپنا دلی دوست بنانے سے منع فرماتا ہے۔

حب فی اللہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

لَا يَطْعَمُ اَحَدُكُمْ طَعْمَ الْاِيْمَانِ حَتّٰى يُحِبَّ فِي اللّٰهِ وَيُبْغِضَ فِي اللّٰهِ حَتّٰى يُحِبَّ فِي اللّٰهِ اَبْعَدَ النَّاسِ مِنْهُ وَيُبْغِضَ فِي اللّٰهِ اَقْرَبَ النَّاسِ اِلَيْهِ۔

تم میں کا کوئی شخص ایمان کا ذائقہ اسوقت تک نہیں پاتا جب تک کہ اس کی محبت اور دشمنی اللہ تعالیٰ کے لئے نہو۔ قرابت کے اعتبار سے اگر کوئی بہت نزدیک ہے لیکن وہ ایماندار نہیں ہے تو اس کو مبغوض جانے اور اگر کوئی قرابت میں دور ہو لیکن ایماندار ہو تو اسکو محبوب جانے۔

صحابہ کرام کی مثالیں صحابہ کرام نے اپنی محبت و ایمان کامل کا ثبوت جسطرح پیش کیا اور اللہ اور اس کے رسول کے مقابلہ میں اپنے باپ اور دیگر قرابتداروں کو جو ہیچ جانا اسکا حال صرف جنگ بدر کے واقعات سے ظاہر ہو سکتا ہے۔

۱۔ امین الامتہ حضرت سیدنا ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے باپ جراح کو قتل کر دیا جو کفار کے ساتھ شامل ہو کے مسلمانوں سے

جنگ کرنے کیلئے بدر میں آئے تھے۔ یہ نمونہ ہے حق تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل کا
واللہ اور اس کے رسول کے مقابلہ میں اور اُن کے حکم کے آگے باپ کی محبت کوئی
چیز نہیں۔

۲۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما غزوۂ بدر کے وقت
مسلمان نہیں ہوئے تھے اور کافروں کے ساتھ ہو کر مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے
آئے تھے۔ فتح مکہ مکرمہ کے بعد مسلمان ہوئے آپ نے ایک دن اپنے
والد ماجد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے عرض کی۔ بابا جان!
جنگ بدر میں ایک موقع ایسا آگیا تھا کہ اگر میں چاہتا تو آپ کو ہلاک کر دیتا۔
لیکن محبت پدری نے اس کی اجازت نہ دی۔ یہ سنتے ہی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ
نے فرمایا۔ عبدالرحمٰن! تو میری زد میں آجاتا اور ایسا موقع مجھے ملتا تو بخدا
میں تجھکو زندہ نہ چھوڑتا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۳۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے حقیقی ماموں ابوجہل کے
قتل میں شریک رہے اور اپنا ایمان کامل کا ثبوت دیا۔ اسی طرح حضرت
شیر خدا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے اپنے چچا ابولہب کو اسی غزوہ میں
قتل فرمایا۔ ان لوگوں نے چونکہ دین اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے ساتھ انتہائی دشمنی سے کام لیا تھا۔ تو خود انہیں کے قرابتداروں نے جن
کے قلوب نور ایمان سے منور تھے انکے کیفر کردار کو پہنچایا۔ ان کامل الایمان صحابہ
کے دل میں اللہ اور اُس کے رسول کے مقابلہ میں اپنی قرابت اور قرابتداروں
کی محبت کچھ بھی اثر پیدا نہ کر سکی۔ یہ مہاجرین کے احوال تھے۔

انصار کی محبت کا حال

انصار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا جو ثبوت
دیا وہ واقعہ مواخات سے ظاہر ہے۔ کہ جب مہاجرین اور انصار میں بھائی چارہ

قائم کیا گیا اور ایک ایک مہاجر کو ایک ایک انصاری کے ساتھ کر دیا گیا۔ انصاری
بھائی نے اپنے مکان اپنی جائداد۔ اپنے مال و متاع اور کاروبار تجارت میں اپنے
مہاجر بھائی کو برابر کا شریک بنا لیا۔ یا تمام چیزوں کو نصف نصف بانٹ دیا۔
یہاں تک کہ اگر کسی کی دو بیویاں تھیں تو ان میں سے بہتر کو طلاق دیکر
اپنے ساتھ اپنے مہاجر بھائی سے نکاح کر دیا۔

تقسیم غنیمت اور انصار

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔ [illegible]
کی غنیمتیں تقسیم فرمانا شروع کیں تو انصار میں حضرت ابودجانہ و سہل
بن حنیف اور حارث بن الصمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اس میں سے حصہ دیا کیونکہ
انصار میں یہ بزرگوار بالکل محتاج تھے۔ اور بقیہ انصار سے فرمایا کہ غنیمت میں مہاجرین
کے ساتھ حصہ لیتے ہو تو اپنے مال و متاع اور جائدادوں میں اپنے اپنے مہاجر بھائی کو
باہم شریک بنالو۔ اور نصفا نصف تقسیم کر دو۔ یا اپنے اموال اور جائدادوں
کے تنہا تم ہی قابض رہو۔ اور غنیمت سے دست بردار ہو جاؤ۔

انصار نے اس کے جواب میں عرض کیا کہ ہم اپنی جائداد اور مال متاع کو
نصفا نصف بانٹ دیتے ہیں اور غنیمت سے کچھ بھی حصہ نہ لینگے۔ بلکہ ساری
غنیمت ہمارے مہاجر بھائیوں کو تقسیم فرما دیجئے۔ اسی پر یہ آیت کریمہ نازل
ہوئی وَالَّذِيْنَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ
هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا اُوْتُوْا
وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۔ مدینہ طیبہ
جن کا پہلے سے ہی مسکن ہے اور ایمان ان کے دلوں میں جاگیر ہے
وہ ہجرت کر کے اپنی طرف آنیوالوں کو محبوب جانتے ہیں۔ اور مہاجرین کو
کوئی چیز دیجائے تو اپنے دل میں اس کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔

و دینار سے کام لیتے ہیں۔ اگرچہ انکو بھی شدید ضرورت ہو۔

اس واقعہ سے آپ کو معلوم ہو چکا کہ انصار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی محبت میں کس طرح اپنے مال و متاع تجارت و معاملات، مکانات
اور جائدادوں کو آپ کے اور آپ کے اصحاب کے قدموں پر نثار کر دیا تھا
اس کے بعد جب غنیمت آئی تو بغیر کسی پس و پیش کے اس سے دستبردار ہوگئے
یہ ہے حقیقی تعمیل آیۂ کریمہ کی کہ ان بزرگواروں کے دلوں میں خدا اور اسکے رسول
کے مقابلہ میں نہ ماں باپ کی محبت کوئی وقعت رکھتی تھی اور نہ زن و فرزند کی
نہ بھائی کی الفت غالب آسکتی تھی۔ نہ دوست آشنا کی۔ نہ مال و متاع ان کے
قلوب پر کوئی سایہ پا سکتا تھا۔ نہ تجارت و جائداد وغیرہ۔

اگر ان بزرگواروں کے دلوں میں ماں باپ کی عظمت تھی تو وہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل تھی۔ بی بی بچے پیارے تھے تو امتثال
امر نبوی کی خاطر۔ بھائی بندوں اور دوست آشناؤں سے تعلق و یارانہ تھا
تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی بجا آوری میں۔ مال و دولت تجارت یا
جائداد و املاک کی تحصیل اور حفاظت مد نظر تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
مبارک قدموں پر لٹانے یا خدمت دین یا مستحقین کے حقوق کی ادائی ضعفاء
و معذورین کی امداد وغیرہ کے لئے۔ الحاصل ان سب تعلقات اور معاملات
سے ان کی واحد غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور آپ کی
اطاعت و پیروی تھی اور بس۔ اور یہی نہیں بلکہ ان مقدس بزرگواروں کی
نشست و برخاست قول و فعل۔ حرکت و سکون۔ کھانا۔ پینا۔ سونا جاگنا
وضع قطع۔ چال ڈھال راہ و رسم۔ ادب و لحاظ۔ جملہ امور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کی محبت اور اطاعت کا نمونہ ہوتے تھے۔ یہی ایمان کامل کی نشانی ہے۔

اور حق تعالیٰ کی رضا اسی میں ہے۔

محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محبت دین کو سب پر ترجیح ہے

بہر حال آیۂ کریمہ جو آغاز رسالہ میں سنائی گئی اس میں یہ بتلایا گیا ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت یا دین اسلام کے خلاف جو چیز معارض ہو خواہ وہ ماں باپ ہوں یا اولاد ہو۔ یا بھائی بند ہوں۔ یا بی بی یا شوہر۔ یا قرابتدار ہوں یا کوئی اور مال و دولت ہو۔ یا معاملات۔ مکانات ہوں یا جائداد۔ ان چیزوں کو دین پر یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت پر کسی طرح ترجیح نہیں۔ بلکہ دین اور آپ کی محبت کو ترجیح ہے اور یہی صراطِ مستقیم ہے۔

سنت نبویہ کی محبت بھی حب نبی ہے

محبت کی ایک علامت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مبارکہ کی محبت ہے۔

ترمذی شریف میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مَنْ اَحَبَّ سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ کَانَ مَعِیَ فِی الْجَنَّۃِ۔ جس شخص نے میری سنت (یا میرے طریقہ) کو دوست جانا گویا اس نے مجھے دوست جانا۔ اور جس نے مجھے محبوب جانا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

اور ایک روایت میں ہے وَمَنْ اَحْیٰی سُنَّتِیْ جس نے میری سنت کو زندہ کیا گویا اس نے مجھے دوست جانا۔ بہر حال سنت رسولؐ کو دوست جاننا اصل ہے اور آپ کی سنت مبارک کو جاری کرنا اس کی فرع اور نشانی۔ جو شخص اس پر عامل ہوگا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جنت میں ہوگا۔ خداوند تعالیٰ ہم کو اور آپ کو اسکی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین۔ اور جو شخص اس پر عامل نہیں بلکہ خلاف ورزی کرتا ہے تو

اس کی محبت کامل نہیں۔

محبوب کی یاد بھی علامت محبت ہے

محبت کی ایک علامت اپنے محبوب کی یاد میں رہنا ہے۔ دیلمی نے مسند الفردوس میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مَنْ اَحَبَّ شَيْئًا اَكْثَرَ مِنْ ذِكْرِهٖ۔ جو شخص کسی چیز کو محبوب جانتا ہے تو اس کو زیادہ یاد کرتا ہے اس سے مطلب یہ ہے کہ ہر حال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اسوۂ حسنہ کو پیش نظر رکھے آپ کی ہدایات اور تعلیمات سے غافل نہ ہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھتا رہے۔

درود شریف کے مختصر احکام

تمام عمر میں ایک بار درود شریف پڑھنا فرض ہے اور صلوا علیہ کے موقع پر واجب اور نماز میں اور جب کبھی نام مبارک سنے تو درود شریف کا پڑھنا مسنون ہے۔ بشرطیکہ وہ مقام پلیدی یا نجاست کا نہ ہو۔ حمام نہ ہو۔ درود شریف پڑھنے والا اجابت کی حالت میں نہو۔ ناک صاف کرنے یا کلی کرنے کے وقت نہ پڑھے۔ درود شریف کے فضائل اور اسکے احکام وآداب بہت تفصیل کے محتاج ہیں۔ اسی طرح احیاء سنت یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی طریقہ کسی جگہ جاری نہ ہو تو اسکو جاری کرنیکی فضیلت ہے اور آپ کی کسی سنت کو مٹانے یا مٹتے ہوئے دیکھکر خاموش رہنے کی جو وعید ہے اس کی تفصیل بھی بہت ہے اس کے لئے بھی مفصل مضمون چاہیئے اس وقت تو ہم اپنے مبحث کیطرف رجوع کرتے ہیں۔

کسی کا ادب اور اسکی تعظیم بھی علامت محبت ہے

محبت کی ایک علامت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توقیر وعظمت شان اور رفعت منزلت کو پیش نظر رکھے۔

آپ کا نام پاک نہایت ادب سے لے۔ آپ کے حکم کے آگے سر جھکا دے۔ جب آپ کا نام مبارک سنے تو تواضع و انکساری کا اظہار کرے۔ ذکر مبارک کی مجلس میں ادب سے بیٹھے۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ۔ (اے نبی کریم!) ہم نے آپ کو (اپنی امت مرحومہ کا) گواہ اور (انکو جنت کی) بشارت دینے والا اور (دوزخ کے عذاب سے) ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے تاکہ (اے مسلمانو!) تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اور ان کی عزت و توقیر کرو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر کے وقت صحابہؓ کا حال۔

ابو اسحٰق تیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام و تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے سامنے جب کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک آجاتا تو ان کا عجب حال ہوتا۔ کبھی وہ حسرت دید اور شوق وصال میں روتے اور کبھی تواضع و انکسار کا اظہار فرماتے اور کبھی ان کے بدن پر رونگٹے کھڑے ہوجاتے تھے۔ غرض ہر ایک بزرگ کی حالت اور ذاتی کیفیت کے مدنظر ہر ایک کا عجب رنگ ہوتا تھا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وارضاہم عنا۔

محبوب کے محبوبین و متوسلین سے بھی محبت کرنی چاہیئے۔

محبت کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ آنحضرت سرور دو عالم کو جس جس سے محبت تھی ہم بھی ان کو محبوب جانیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی و اتباع میں ان سے بھی دلی محبت رکھیں۔ مثلاً حدیث شریف میں آیا ہے جو بخاری شریف اور دیگر کتب احادیث شریفہ میں منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرات سبطین نیرین سیدنا امام حسن و امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نسبت ارشاد فرمایا اَللّٰهُمَّ

اِنِّیْ اُحِبُّہُمَا فَاَحِبَّہُمَا ۔ الٰہی اب مجھے یہ دونوں محبوب ہیں۔ تو بھی ان کو محبوب جان۔ لہٰذا ہمارے لیئے بھی جناب حسنین سید اشباب اہل الجنتہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی محبت دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور عین ایمان ہے۔ ہمیں بھی چاہیئے کہ اس محبت میں آپ کے شریک حال ہوں کیونکہ ایک دوسری روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے مَنْ اَحَبَّہُمَا فَقَدْ اَحَبَّنِیْ ۔ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ فَقَدْ اَحَبَّ اللّٰہَ ۔ جس نے ان دونوں کو دوست رکھا اس نے مجھے محبوب جانا اور جس نے مجھے محبوب جانا اللہ کو اپنا محبوب بنالیا۔

اسی طرح ایک اور روایت میں وارد ہے۔ مَنْ اَحَبَّ ھٰذَیْنِ وَاَبَاھُمَا وَاُمَّھُمَا کَانَ مَعِیَ فِی الْجَنَّۃِ ۔ جس نے ان دونوں یعنی امام حسن و امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اور ان کے ماں باپ کو یعنی حضرت علی مرتضیٰ و سیدتنا فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دوست جانا وہ میرے ساتھ جنت میں رہیگا۔ دعا ہے کہ ہم کو ایسی ہی توفیق ہو اور ہمارا حشر اس محبت کے طفیل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہو۔ آمین ثم آمین۔

اسی طرح محبت اہل بیت کرام و ازواج مطہرات اور انکا ادب ہر حال میں لازم ہے۔ یہاں تک کہ دودمان مصطفوی اور خاندان مرتضوی سے جن کو نسبت قرابت یا رشتہ سببی حاصل ہو ان کی محبت بھی ضروری ہے اگر ان کا کوئی کام خلاف شریعت ہو اور حسن ظن کا کوئی محل نہو تو اس لحاظ سے کہ انکا یہ کام خلاف امر شرع شریف ہے۔ اس کام سے ناراضی کا اظہار کرنا چاہیئے۔ لیکن دعا کرنی چاہیئے کہ حق تعالیٰ ان سے وہ کام چھڑا دے۔

ایک مثال آپ دیکھتے ہیں کہ کوئی شخص کسی سلطنت کیساتھ کسی موقع پر اپنی دوستی اور وفاداری کا ثبوت دیتا ہے تو ایسے شخص کو سلطنت کی جانب سے خطاب، منصب، جاگیر عنایت ہوتی ہے اور یہ سرفرازیاں اس کے خاندان میں نسلاً بعد نسلٍ باقی رہتی ہیں۔ اگرچہ اس کی اولاد میں وہ تمام اوصاف جو اس کے مورث اعلیٰ میں تھے موجود نہیں ہوتے۔ یہ دنیا کے بادشاہوں کے تبدل و زوال اور دنیوی سلطنتوں کا۔ ایسا ہے جو حق تعالیٰ شانہ کے نزدیک بالکل بے مقدار چیز ہے۔ پس بتلائیے کہ اللہ سبحانہ کے یہاں اس پیغمبر کی کیسی ہے اور اس کے فضل و کرم کا کیا ٹھکانا ہے۔ جس مقدس وجود نے بجائے بت پرستی یا خود پرستی کے خدا پرستی پھیلا دی۔ جس گرامی ذات نے عالم اور اہل عالم کو اندھیری سے روشنی میں اور گمراہی سے ہدایت کی طرف پہنچایا۔ ان کی اولاد امجاد کیا اس قابل ہیں کہ ان کے ساتھ غیر ہمدردانہ برتاؤ کیا جائے؟ حاشا و کلا۔ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے۔ یَا نِسَاءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ۔ اے بی بیاں نبی کی۔ تم معمولی عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے لَسْتُ كَاَحَدٍ مِّنْكُمْ میں تمہاری طرح کوئی معمولی آدمی نہیں ہوں۔

محبوب کے ساتھیوں سے بھی محبت لازم ہے اولاد امجاد کو تو شرف جزویت حاصل ہے اللہ سبحانہ نے جن بزرگواروں کو شرف صحبت عطا فرمایا ہے کوئی شخص ان کے مراتب کو بھی تو نہیں پہنچ سکتا۔ اسی وجہ سے مسلّم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام سے بھی محبت رکھنی ایمان کی نشان ہے۔ دین متین جو ہم تک پہنچا ہے ان قدسی صفات بزرگوں کی وساطت ہی سے پہنچا ہے انہیں حضرات نے دین اسلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد

چاردانگ عالم میں پہنچا دیا۔ بڑے بڑے مشہور اور مقدس بلاد اسلامیہ
انہیں بزرگواروں کے دم قدم کی برکت سے مفتوح ہوئے اور ان میں
توحید کی صدا پھیلی۔

حضرت سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ اَللّٰهَ
اللّٰهَ فِي أَصْحَابِي لَا تَتَّخِذُوهُمْ غَرَضًا بَعْدِي فَمَنْ أَحَبَّهُمْ
فَبِحُبِّي أَحَبَّهُمْ۔ الحدیث۔ (مسلمانو!) میرے ساتھیوں کے بارہ
میں اللہ سے ڈرو اور خوف کرو۔ میرے بعد ان کو نشانہ (ملامت) نہ بناؤ۔
جس نے انہیں دوست جانا۔ وہ مجھے محبوب جاننے کی وجہ سے ہی جانا۔ یہ
حدیث ترمذی شریف میں ہے۔

انصار کی محبت بھی علامت ایمان ہے

صحیحین میں وارد ہے۔ آيَةُ الْإِيمَانِ
حُبُّ الْأَنْصَارِ۔ انصار کی محبت کمال ایمان کی علامت ہے۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مہاجرین سے تھے۔ چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے
لَوْلَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ امْرَأً مِنَ الْأَنْصَارِ۔ اگر ہجرت کا شرف
مجھے حاصل نہ ہوتا تو میں بھی انصار میں سے ایک شخص ہوتا۔ اس سے
ثابت ہے کہ مہاجرین کی منزلت انصار سے زیادہ ہے جب انصار کی
محبت ایمان کی علامت ہے تو مہاجرین کی محبت عین ایمان ہے۔

عرب کی محبت بھی علامت ایمان ہے

مہاجرین و انصار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین
کی شان تو نہایت عالی ہے۔ مستدرک حاکم میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ
عنہ سے مروی ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ حُبُّ
الْعَرَبِ مِنَ الْإِيمَانِ۔ عربوں کی محبت بھی ایمان ہے اور حضرت
ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے مَنْ أَحَبَّ الْعَرَبَ

یعنی آنحضرت ﷺ جن نے دلیوں کو محبوب جانا اس نے یہ ری بہ ہوتا ہی کیوجہ سے ان کو منسوب جاتا۔

محبوب کی مرغوب طبع چیز کی رغبت بھی علامت محبت ہے

حقیقت یہ ہے کہ عرب بھی بہت بڑی چیز ہیں محبت کا تقاضا تو یہ ہے کہ محبوب کو جو چیز پسند ہو اس سے بھی محبت کیجائے۔ اس بارہ میں آپ سلف صالحین کے احوال سنینگے تو آپ کو واقعات کی اطلاع ہوگی۔ یہ افسانہ نہیں ہے۔ یہ حالات اور نفس الامری واقعات ہیں۔

بزرگان دین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سچے متبعین نے جب معلوم کرلیا کہ فلاں شئے اپنے محبوب کی چاہتی ہے تو لگے اس کو بھی چاہنے۔ طبیعت کا اقتضا۔ جن چیزوں سے متعلق معلوم ہوتا اور جن کاموں کا کرنا شرعاً مباح ثابت ہوتا سلف صالحین اس میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کو پیش نظر رکھتے تھے۔ اور ان چیزوں کو دل وجان سے ادا کرتے اور ان سے محبت رکھتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ کدو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرغوب خاطر اقدس ہے اور آپ کمال رغبت کے باعث برتن کے اطراف سے ٹٹول کرلیتے ہیں تو اس روز سے خود بھی کدو کے چاہنے والے بن گئے۔ اور ٹٹول ٹٹول کر کھایا کرتے چنانچہ ایک روایت آپ سے مروی ہے کہ جب کبھی کوئی سالن پکایا جاتا اور اس وقت کدو مل سکتا تو آپ اس میں کدو ضرور ڈلواتے تھے۔

امام حسن رضی اللہ عنہ کی محبت

شمائل ترمذی میں ہے کہ امام زمن حضرت سیدنا امام حسن اور حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہم

یہ تعلوں جب زیارت ملکر حضرت سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خادمہ تھیں تشریف لائے اور فرمائش کی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو کھانا پسند خاطر تھا وہ تیار کرو۔ انہوں نے عرض کی کہ آج وہ کھانا آپ کے مرغوب طبیعت ہوگا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس عالم سے پردہ فرمائے ہوئے تیس سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا تھا۔ کسریٰ و قیصر اور ممالک عجم کے خزانے اس وقت مسلمانوں کے قبضہ میں آچکے تھے۔ اور زمانہ کی حالت بدل گئی تھی۔ اسی وجہ سے حضرت سلمیٰ رضی اللہ عنہا کو خیال ہوا کہ اس زمانہ کا سیدھا سادھا کھانا آپ کیوں پسند آنے لگا۔ امام حسن رضی اللہ عنہ نے یہ سنکر بھی یہی فرمایا کہ نہیں اسی کو پکاؤ۔ کیونکہ ان حضرات کو مزہ اور ذائقہ تو مقصود نہ تھا وہ چاشنی محبت کے دلدادہ تھے۔ وہ ضعیفہ اٹھیں اور جو پیسکر اس کا آٹا ایک ہانڈی میں ڈالا اسپر کچھ زیتون کا تیل بھی ڈالدیا پھر کالی مرچ اور کچھ مصالح پیسکر یہ سب پیش کر دیا۔ اور عرض کی کہ یہ چیز بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرغوب خاطر تھی۔

اس طرح کی بہت صحیحین میں وارد ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نعلین پہنتے تو اسی وضع کی پہنتے جیسی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استعمال فرماتے تھے۔ ڈاڑھی کا خضاب کرتے تو مہندی کا خضاب کرتے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا تھا۔

یہ ہمارے اسلاف کے کارنامے ہیں کہ ذرا ذرا سی بات میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تتبع کو پیش نظر رکھتے تھے۔ ایک ہم بھی ہیں کہ محبت کا دعویٰ دعویٰ ہی ہے اور آپ کے احکام کی تعمیل سے جی چراتے ہیں۔ اللہ پاک توفیق دے اور سچی محبت اور ایمان کامل عنایت فرمائے۔ آمین ثم آمین۔
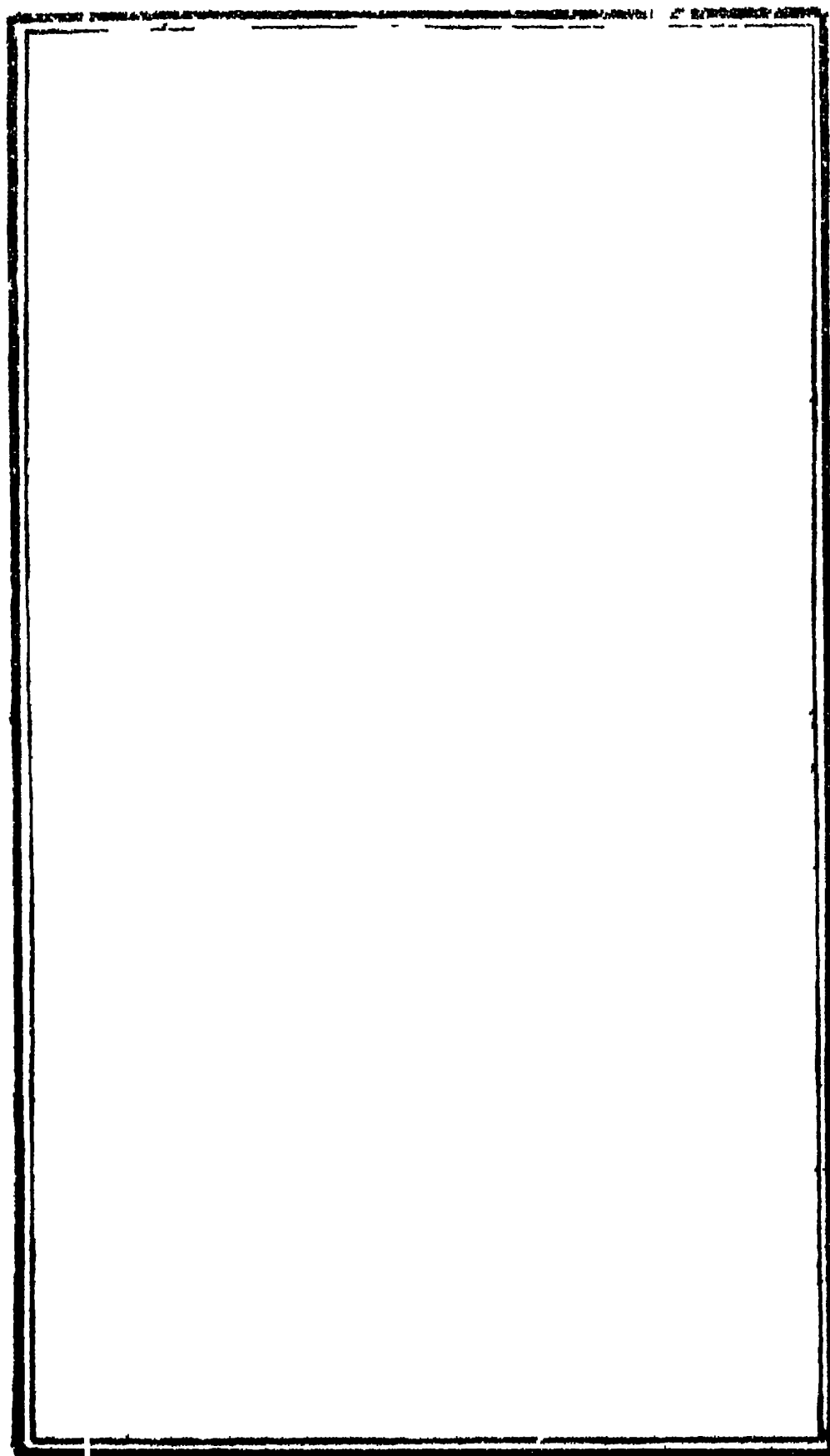
فصل

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ امّا بعد فقال اللہ جلّ وعلیٰ۔
لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰہَ
وَرَسُوْلَہٗ وَلَوْ کَانُوْٓا اٰبَآءَھُمْ اَوْ اَبْنَآءَھُمْ اَوْ اِخْوَانَھُمْ اَوْ عَشِیْرَتَھُمْ
(اے نبی کریم!) جو لوگ اللہ سبحانہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں انہیں سے
آپ کسی قوم کو ایسی نہ پائینگے جو اللہ اور اس کے رسول کا خلاف کرنیوالوں کو دوست
جانتے ہوں۔ اگرچہ وہ انکے باپ، بیٹے، بھائی، یا قبیلہ والے ہوں۔

آپ کے دشمن سے دشمنی بھی علامت محبت ہے۔

حضرات! گذشتہ فصلوں میں آپ محبت کی چند نشانیاں سماعت فرما چکے ہیں ان کے منجملہ ایک نشانی یہ بھی تھی کہ اللہ اور اس کے رسول جس چیز کو دوست جانتے ہیں انکی دوستی کرنی یا اُن سے محبت رکھنا بھی علامت محبت رسول کریم علیہ افضل الصلوٰۃ واتم التسلیم ہے۔ اس آیت مبارکہ میں اسکا دوسرا پہلو

بیان ہو رہا ہے کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کا خلاف کرتے ہیں اور
انکی مخالفت میں کمر باندھی ہے چونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے دشمن
ہیں۔ لہذا ان سے دوستی کرنی آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی محبت
کی علامت نہیں ہوسکتی۔ بلکہ ایسے لوگوں کا خلاف جو آنحضرت صلی اللہ
علیہ و آلہ وسلم سے عداوت رکھتے ہیں اور ان سے بغض رکھنا یعنی ایسے لوگوں
کو دل سے برا جاننا اور ظاہرا ان سے دور رہنا ہی علامت محبت ہے
اس موقع پر بھی کسی قرابت وغیرہ کا لحاظ نہیں۔ اہل قرابت آنحضرت صلی اللہ
علیہ و آلہ وسلم کی اور اصل قربت حضرت باری تعالی شانہ کی ہے اس کے
سوا جتنے رشتے ہیں وہ اللہ سبحانہ اور اس کے برگزیدہ رسول مقبول صلی اللہ
علیہ و آلہ وسلم کے بنائے ہوئے ہیں۔ جس نے اپنے رشتہ کو اللہ اور اس کے
رسول یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے ثابت رکھا وہ اسلامی برادری
اور اخوت میں شامل رہا۔ اس کے وہی حقوق و آداب ہیں جو اپنے ایک
بھائی کے ہوتے ہیں۔ لیکن جس بے نصیب نے اصل رشتہ کو باقی نہ رکھا تو
اس کے دوسرے رشتوں کا کیا ٹھکانہ۔ اگرچہ کسی شخص کا باپ موجود ہے
اور بیٹا بھی ہے۔ بھائی بھی موجود ہیں اور سارے قبیلہ والے۔ لیکن اسکو
اللہ اور اس کے رسول سے دوستی نہیں وہ ان کا دشمن ہے تو اس صورت
میں نہ تو باپ کا محبت کرنا اس کے لئے جائز ہو سکتا ہے اور نہ بچے اس کے
قبضہ میں دیئے جا سکتے ہیں۔ جب باپ اور بیٹے کا یہ حال ہے تو پھر بھائی بند
اور قرابتداروں کی قرابت کا کیا ذکر۔ ایسی حالت میں اگر ان رشتہ داروں
میں سے کوئی شخص اللہ اور اس کے رسول کے خلاف کمر باندھے ہوئے
ہے تو اس سے بغض اور دشمنی واجب ہے ان قرابتوں اور رشتہ کا

کوئی لحاظ نہیں

چند اکابر صحابہ رضؓ کی مثالیں

حضرت امین الامتہ کی مثال آپ سن چکے ہیں کہ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ احد میں اپنے والد جراح کو قتل کر دیا تھا۔

حضرت صدیق اکبرؓ کی مثال جنگ بدر میں عبدالرحمن بن ابو بکر کافروں کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مقابلہ کو آئے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضؓ مقابلہ کے لئے اٹھے۔ مگر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے آپ کو بیٹھ جانے کے لئے فرمایا۔ اس لئے خاموش ہو رہے!

حضرت صدیقؓ کی دوسری مثال ایک واقعہ اسی سلسلہ میں اور بھی ہے جس کو آپ سن چکے ہیں کہ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک دن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی۔ ابا جان! جنگ بدر میں آپ ایک وقت میری زد میں آ گئے تھے میں نے پدری محبت سے آپکو چھوڑ دیا۔ آپ رضؓ نے فرمایا۔ واللہ اگر تو میری زد میں آتا تو تجھے زندہ نہ چھوڑتا۔

حضرت مصعب بن عمیرؓ کی مثال حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا تھا جبکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے جنگ کرنے کے ارادہ سے غزوہ احد میں آیا تھا۔

حضرت عمرؓ کی مثال حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ بدر میں اپنے ماموں عاص بن ہشام کو مار ڈالا تھا۔

حضرت شیر خداؓ کی مثال حضرت شیر خدا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے کفار صنادید قریش کو تلوار کی گھاٹ پہنچایا۔ دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے بھی اسطرح اپنے قبیلہ والوں میں سے ان لوگوں کی کوئی رعایت نہیں کی جو حضورؐ

کے مخالف تھے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے "کوئی مومن ایسا نہ ملیگا جو اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں سے دوستی رکھتا ہو۔ اگرچہ وہ انکے باپ دادا بیٹے بھائی قبیلہ والے ہوں" اس سے یہی بزرگوار مراد ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عبداللہ کی مثال | عبداللہ بن ابی پرلے درجہ کا منافق تھا۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ اسی نے کہا تھا۔ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ۔ اگر ہم مدینہ کو لوٹینگے تو ذلیل ترین شخص کو عزت والا وہاں سے ضرور نکال دیگا۔ اس عدو اللہ کی مراد اَعَزُّ سے خود اور اَذَلُّ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک ذات تھی۔ صحابۂ کرام کو جب یہ معلوم ہوا تو اس کے قتل کی ٹھان لی۔ اس موقعہ پر عبداللہ بن عبداللہ جو اس عدو اللہ سے نسبت فرزندی رکھتے تھے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔ "یارسول اللہ! مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ عبداللہ بن ابی کو اس کی گستاخانہ گفتگو کی وجہ سے قتل کرنا چاہتے ہیں اگر یہ صحیح ہے تو مجھے حکم دیجئے میں ابھی اسکا سر حاضر خدمت کرتا ہوں۔ خدا کی قسم! قبیلہ خزرج کو معلوم ہے کہ اس قبیلہ میں مجھ سے زیادہ کوئی شخص اپنے والدین کا تابع فرمان نہیں ہے۔ اگر ایسی حالت میں آپ کسی اور شخص کو اس کے قتل کا حکم دیجئے تو اپنے باپ کے قاتل کو زمین پر چلتا ہوا مجھ سے دیکھا نہ جائیگا۔ اگر اس کو قتل کردوں تو صورت مسئلہ یہ ہوگی کہ میں نے گویا ایک کافر کے بدلہ میں کسی مسلمان کا خون کیا۔ ایسی حالت میں میری سزا جہنم ہوگی (پس بہتر یہی ہے کہ مجھی کو اس کے قتل کا حکم دیجئے)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کے جوشِ ایمان کو دیکھ کے فرمایا بَلْ نُرْفِقُ بِهٖ وَنُحْسِنُ صُحْبَتَهٗ مَا بَقِيَ مَعَنَا۔ (ہم اس کو قتل کرانا نہیں چاہتے) بلکہ اُس کے ساتھ نرمی اور رفق کا برتاؤ کرینگے اور وہ جب تک ہمارے ساتھ رہیں گے صحبت کا حق اچھی طرح ادا کرینگے۔

حضرات! یہ معنی ہیں بغض رکھنے کے۔ کہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ جسکو بغض ہو اس کے ساتھ بغض کرنا۔ اگرچہ وہ باپ ہی کیوں نہ ہو۔

حضرت عبداللہ بن عبداللہ کا حال

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں جنگ یمامہ میں شہادت پائی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جیسے جلیل القدر صحابہ کرام نے ان سے احادیث کی روایت فرمائی ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہ

قرآن پاک کی محبت بھی آنحضرت کی محبت کی علامت ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کی ایک نشانی قرآن پاک کی محبت ہے جس کے ذریعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کافۃ الناس کو نور ہدایت بتلایا اور سارے عالم کے نفوس بلکہ قلوب و ارواح کی تہذیب دی اور خود ذات قدسی صفات اس کے اخلاق سے متخلق تھے۔

چنانچہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آیۃ کریمہ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ۔ کی تفسیر میں فرماتی ہیں۔ كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰنُ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق قرآن پاک کا نمونہ تھے یعنی جو اوامر قرآن پاک میں وارد ہیں آپ کی ذات مبارک اُنکی پابند اور جس قدر نواہی اس میں مذکور ہیں آپ کی ذات اس سے بری تھی۔ جو آداب

آپ میں بتلانے کے لیے ہیں اور جن مکارم اخلاق کا ابھی ذکر ہے وہ آپ کی ذات
اقدس میں جمع تھے مثلاً اللہ پاک کا ارشاد ہے خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ
وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ۔۔ اے نبی کریم! آپ صفت عفو کو اختیار فرمائیے
اور اچھی بات کا حکم دیجئے۔ اور نادان لوگوں کی باتوں پر التفات نہ فرمائیے
یا اور اس قسم کے احکام جسقدر بھی تھے وہ ذات والا میں فطرۃً موجود تھے
اسی وجہ سے تو آپ نے فرمایا اَدَّبَنِیْ رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَاْدِیْبِیْ یعنی میرے رب نے
مجھے ادب سکھایا اور خوب ادب سکھایا۔

قرآن پاک کی محبت کا مطلب

حضرات! اس موقع پر ہم پھر عرض کرینگے کہ قرآن
پاک کی محبت یہ نہیں ہے کہ آپ اسکو ایک پاک صاف اور قیمتی خوشنما
کپڑے میں لپیٹ کر طاق میں رکھدیجئے۔ یا اسکو بوسہ دیکے آنکھوں سے
لگائیے اور بس یہ تعظیم اور محبت صرف مصحف شریف کی ہے جو مجسم
آپکے پاس موجود ہے یہ بھی کیجئے۔ لیکن اس کے ساتھ اصل قرآن مجید کی
محبت بھی ہونی چاہیئے وہ یہ ہے کہ آپ اس کی تلاوت روزانہ فرمایا کیجئے۔ زیادہ
نہیں تو تھوڑی سہی۔ روزانہ دو چار آیت ہی پڑھ لیا کیجئے۔ فقہائے کرام
رحمہم اللہ تعالیٰ نے تصریح فرمائی ہے کہ اگر کوئی شخص سال میں ایک بار
بھی قرآن شریف ختم کر لیتا ہے تو وہ قرآن پاک کی تلاوت کرنیوالوں میں
شمار کیا جائیگا۔ تارک تلاوت نہوگا۔ مگر چاہیئے کہ روزانہ پڑھے۔ غور سے
پڑھے۔ اس میں دل لگائے۔ اگر اس کا مطلب معلوم نہیں ہوتا تو کسی عالم
سے پوچھے۔ اطمینان سے پڑھے۔ جو جو نصیحتیں اس میں لکھی ہیں
جو قصے اس میں بیان ہوئے ہیں۔ جو وعدے اور وعید اس میں وارد
ہیں۔ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے احوال اور ان کے دشمنوں کا

انجام جو اس میں مذکور ہے اسکو پیش نظر رکھے اپنے کو اوامر کا پابند بنائے اور نواہی سے مجتنب رہے۔ یہ ہے محبت قرآن اور یہ ہے علامت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کی۔ کیونکہ یہ چیزیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محبوب تھیں آپ کے امتیوں میں سے جو شخص ان امور کو محبوب جانیگا اور اس لئے محبوب جانیگا کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبوب چیزیں ہیں تو یقیناً اسکا شمار آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبین میں ہوگا۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا فیصلہ محبت قرآن کے بارہ میں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں لَا يَسْأَلُ أَحَدٌ عَنْ نَفْسِهِ إِلَّا الْقُرْآنَ فَإِنْ كَانَ يُحِبُّ الْقُرْآنَ فَهُوَ يُحِبُّ اللهَ وَرَسُوْلَهُ۔ کوئی اپنے نفس سے قرآن کے سوا اور کسی چیز کا سوال و مطالبہ نہ کرے۔ اگر وہ قرآن کو محبوب جانتا ہے تو وہ اللہ اور اس کے رسول کو بھی محبوب جانتا ہے

سبحان اللہ! کیا اچھی بات فرمائی اور چھوٹے چھوٹے الفاظ میں کیا بہترین فیصلہ فرما دیا کہ ہر شخص کا نفس دعویٰ تو بہت کرتا ہے لیکن انسان کو چاہیے کہ اس دعوے کی کوئی دلیل بھی طلب کرے۔ فرض کیجئے کہ کوئی شخص اللہ اور اس کے رسول کی محبت کا مدعی ہے تو اس سے اور کسی قسم کی دلیل طلب کرنیکی حاجت نہیں۔ صرف قرآن پاک کی بابت اس سے دریافت کرنا چاہیئے کہ اسکو اس کے ساتھ کتنا لگاؤ اور تعلق ہے۔ قرآن پاک ہی ایک میزان عدل ہے کہ اس کے ذریعہ ہر قسم کے دعوے کی صحت اور اس کی قدر و قیمت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ اگر وہ اس میں پورا ہے تو یقیناً وہ اللہ اور اس کے برگزیدہ رسول حضرت سید المرسلین حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت

رکھنے والا ہے۔ اور بالضرور اس کے ساتھ اللہ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی محبت ہے۔ جب ہی تو اسکو ان پاک محبت کی توفیق ہوئی اور اس میں جس قدر کمی ہے اسی قدر محبت ناتمام ہوسکی ایک ضرب المثل ہے۔ مَا اَیْسَرَ الدَّعْوٰی وَمَا اَعْسَرَ الْمَعْنٰی (زبانی اور لفظی) دعوی تو بہت آسان ہے لیکن اسکے معنی کس قدر مشکل ہیں۔ خداوند تعالی اس مشکل کو آسان فرمائے آمین ثم آمین

امت مرحومہ کی محبت بھی آنحضرتؐ کی محبت کی نشانی ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کی ایک نشانی آپ کی امت مرحومہ کی محبت اور ان کے ساتھ شفقت و مہربانی کا برتاؤ ہے۔ اس حیثیت سے کہ آپ کو اپنی امت مرحومہ بہت پیاری اور محبوب تھی۔ اس کی خاطر آپ نے اپنی ذات قدسی صفات پر طرح طرح کی سختیاں برداشت فرمائیں۔ ایذاؤں پر ایذائیں پہنچنے پر بھی صبر فرمایا۔ انتقام کے موقع پر انکے لیے دعا فرمائی۔ ہر موقع پر ان کے دینی دنیوی اور اخروی مصالح کو پیش نظر رکھا۔ اور مناسب ہدایات فرمائیں۔ قوم پستی اور ہلاکت کی طرف مائل تھی آپ نے اسکو عروج پر پہنچایا۔ اور حیات جاوید بخشی۔ اپنی امت مرحومہ کی خیر خواہی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ فرمایا۔

امت مرحومہ کے ساتھ آنحضرتؐ کی محبت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات والاصفات یوں تو سارے عالم اور عالمیان کیلئے آیۂ رحمت تھی اور سب اسی خوان کرم سے مستفید ہوئے۔ اور ہو رہے ہیں۔ اور آپ کی غایت بعثت بھی یہی ہے جیسا کہ ارشاد ہے۔ وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ آپ کی شفقت و رحمت خصوصًا امت مرحومہ کے ساتھ اس درجہ ہے کہ اللہ سبحانہ نے آنحضرت صلعم کو

رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ کے مبارک نام سے یاد فرمایا ہے۔ یہ دونوں اللہ سبحانہٗ کے
اسماء حسنیٰ میں شامل ہیں۔ پوری آیت سُن لیجئے۔ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ
مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ
رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔ یقیناً تم میں سے ایک رسول تمہارے پاس آئے ہیں
جن پر تمہاری نافرمانی شاق گزرتی ہے۔ تمہاری اصلاح کی ان کو بڑی حرص
ہے۔ مومنوں پر تو وہ بڑے شفیق و مہربان ہیں۔ رؤف اور رحیم
جو اللہ سبحانہٗ کے اسماء ہیں یہ دو نام اس آیۃ کریمہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی شان میں وارد ہیں۔ اس سے آپ کی شفقت و رحمت کا اندازہ ہو سکتا ہے جو
آپ کو اپنی امت مرحومہ کے ساتھ تھی۔

محبین بارگاہ رسالت کا فرض | اس لحاظ سے محبین بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا
فرض ہے کہ وہ بھی آپ کی امت مرحومہ کی خیر خواہی کو پیش نظر رکھیں اور جن کا
ہے جس درجہ کی خیر خواہی متعلق ہے اس میں کوتاہی نہ کریں۔ حدیث شریف
میں وارد ہے۔ اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ۔ دین خالص خیر خواہی کا نام ہے
دوسری روایت میں ہے کہ صحابہ کرام نے اس کو سن کر دریافت فرمایا یہ خیر خواہی
کس کی خاطر ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ
وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ۔ اللہ کی خاطر۔ اور اس کے رسول کی خاطر اور تمام ایماندار لوگوں
کی خاطر۔

ایک مثال | یہ امر مسلم ہے کہ باپ اپنے بیٹے کی خیر خواہی کرتا ہے اور یہ امر
اس کی فطرت و طبیعت میں داخل ہے۔ اگر تقاضائے محبت اور پدری شفقت
کی وجہ سے اپنے بیٹے کی خیر خواہی کرے تو یہ امر برا نہیں۔ ایک بھی حقوق اولاد
کی ادائی ہو رہی ہے۔ لیکن یہ خیر خواہی محدود ہے اگر اس کے ساتھ خیال

سے فرمایا ہے ۔ اِنَّ الْفَقْرَ اِلَی الْمُؤْمِنِ ... اَسْرَعُ مِنَ السَّیْلِ
مِنْ اَعْلَی الْوَادِیْ اَوِ الْجِبَالِ اِلٰی اَسْفَلِہٖ ۔ ... پہاڑ پر سے پانی
کی طرف بہہ جاتا ہے ۔ بس فقیری ایسی نعمت ہے کہ جس کو میرا چاہنے والا
ہے اسکو فقر اس سے بھی زیادہ جلد آلیتا ہے ... عارف فقرا کا ... سے
زیادہ اس میں پیدا ہو جاتے ہیں ۔ دنیا سے ... کرنے کا اسکو خیال نہیں ہوتا
اور اس کے علائق و تعلقات اس کی ... پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ دنیا
اور اہل دنیا کی دولتمندی یا آرام و عیش کو جیسا جیسا دیکھتا جاتا ہے اس کے
یقین میں پختگی پیدا ہوتی جاتی ہے اور اس کی لذت بڑھتی جاتی ہے ۔

فقر کے فوائد

حقیقت یہ ہے کہ فقیری سے مسکنت و تواضع و انکساری وغیرہ
اوصاف حمیدہ پیدا ہوتے ہیں ۔ اور غرور و خود پسندی و تکبر وغیرہ تونگری کے لوازم
ہیں ۔ اسی وجہ سے آپکو انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رحمہم اللہ کے گروہ فقراء میں
زیادہ ملینگے ۔ یوں تو روئے زمین کی دولت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں
پر نثار ہوتی رہی لیکن آپ نے کبھی اس کی طرف التفات بھی نہیں فرمایا ۔

دنیا کو آنحضرت نے قبول نہ فرمایا

چنانچہ ملک الجبال نے جس وقت آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ اگر آپ چاہیں تو اخشبین سونے کے ہو جائیں
آپ نے اس سے انکار فرمایا

دوسری روایت میں ہے کہ پروردگار عالم نے آپ سے دریافت کرایا
کہ مکہ مکرمہ کا سارا ریگستان آپ کے لیے سونے کا ہو جاتا ہے تو آپ نے
بارگاہ رب العزت میں عرض فرمائی ۔ لَا یَا رَبِّ وَلٰکِنِّیْ اَشْبَعُ یَوْمًا
وَاَجُوْعُ یَوْمًا فَاِذَا جُعْتُ تَضَرَّعْتُ اِلَیْکَ وَاِذَا شَبِعْتُ
حَمِدْتُکَ وَشَکَرْتُکَ ۔ میرے پروردگار! ایسا نہ فرما ۔ البتہ میں ایک دن

کھاؤنگا اور ایکدن بھوکا رہونگا۔ جب بھوکا رہونگا تو تیری جناب میں تضرع و زاری
سے کام لونگا۔ اور جب کھایا تو تیری حمد و شکر کرونگا۔ خلاصہ یہ کہ آپ نے خواہش
فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کے جمال و جلال دونوں قسم کی تجلیات سے میری تربیت
ہو اور ہمارا حال یکساں ہو جائے۔ جیسا کہ ارباب کمال کی شان ہے

محبت [illegible] | حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے
ہیں کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی یا رسول اللہ
اِنِّی اُحِبُّکَ۔ اے خدا کے پیارے رسول میں آپ کو محبوب جانتا ہوں۔
اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اُنْظُرْ مَا تَقُوْلُ۔ اے
شخص دیکھ تو سہی تو کیا کہہ رہا ہے تو عرض کی اِنِّیْ وَاللّٰہِ لَاُحِبُّکَ خدا کی قسم
میں آپ کو یقیناً دوست جانتا ہوں۔ یا آپ سے محبت رکھتا ہوں۔
راوی کہتے ہیں کہ اس شخص نے اس جملہ کو۔ اِنِّیْ وَاللّٰہِ لَاُحِبُّکَ
تین بار دہرایا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اِنْ کُنْتَ
تُحِبُّنِیْ فَاَعِدَّ لِلْفَقْرِ تِجْفَافًا۔ اگر تم مجھے دوست جانتے ہو یا مجھ سے محبت
رکھتے ہو تو فقیری کے لیے توشہ تیار کرو (یعنی دنیا اور اس کے اسباب کو کم
کرتے جاؤ۔ تھوڑی آمدنی تھوڑی جائداد اور تھوڑی سی متاع پر قناعت
وصبر کرو۔

ایک روایت میں بجائے تِجْفَافًا کے جِلْبَابًا آیا ہے اس لحاظ سے
مطلب یہ ہوگا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ہے تو فقیری
(چونکہ اس کا لازمہ ہے۔ لہذا اس کے ڈھانکنے کے لئے) چادر تیار کرو۔
یعنی جسطرح چادر کے ذریعہ بدن ڈھانکا جاتا ہے اسی طرح فقیری اور مسکنت
کو ڈھانکنے کے لئے بھی کچھ اوصاف ہونے چاہیئے۔

علامہ قتیبی کی توجیہ

علامہ قتیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تجفاف یا جلباب جو اس حدیث میں وارد ہے اس سے صبر مراد ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت رکھنے والے کے لئے لازم ہے کہ دنیا سے جہاں تک ہو سکے حصہ کم لے اور اس کے کم ملنے پر صبر کرے۔ اور اس میں زہد اختیار کرے

علامہ ابن الاعرابی کی توجیہ

علامہ ابن الاعرابیؒ فرماتے ہیں اس حدیث شریف میں جو لفظ "فقر" وارد ہے اس سے فقر آخرت مراد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ قیامت میں نفسی نفسی کی گھڑی اور ابتدا سے انتہا تک کا حساب لیا جائیگا ایسی حالت میں اگر عمر غفلت و بدکاری یا لہو لعب میں گزری تو ہاتھ خالی رہینگے خالی ہاتھ جا کے متاع آخرت کیا خرید سکیگا۔ لہذا آخرت کی فقیری اور مفلسی سے بچنے کے لئے کوئی توشہ تیار کرو۔ اور ایسا عمل کرو کہ اس کی وجہ سے آخرت کی مفلسی سے نجات ملے۔ نیز قیامت میں دل کی پوشیدہ باتیں آشکار ہو جائینگی تو اس میں ایک قسم کی عریانی ہوگی۔ لہذا اس سے امن ہونیکے لئے کوئی چادر لے لو۔ کہ اس کے ذریعہ قیامت میں عیب چھپ سکے سب پر فاش نہ ہو سکے۔

حضرت شیر خداؓ کا ارشاد

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ بھی فرماتے ہیں مَنْ اَحَبَّنَا اَھْلَ الْبَیْتِ فَلْیُعِدَّ لِلْفَقْرِ جِلْبَابًا۔ ہم اہلبیت کو جو شخص محبوب جانتا ہے اسکو چاہیئے کہ فقر اور مفلسی کو بچانے کے لئے چادر تیار کرے۔ یہاں بھی راوی کو شک ہے کہ جلبابًا فرمایا یا تجفافًا بہر حال مطلب ایک اور حدیث بالا کی اس سے تائید ہوتی ہے۔

خود کو دیکھو اور دوسروں کو نہ دیکھو

حضرات! آپ کو بتلا دیا گیا ہے کہ حضور رحمۃ للعالمین کی محبت سے ایمان کامل ہوتا ہے اور بغیر اس کے ایمان کی تکمیل نہیں ہوتی

[illegible] شخص اپنی نسبت غور کرے ۔
دوسرے [illegible] اعمال [illegible] کی ضرورت نہیں
[illegible] ان کا الہام ہو سکتا
[illegible] آپ اپنے احوال کو دیکھئے اور
[illegible] کر سکتا ہے کیونکہ اس کو اپنے
[illegible] اطلاع ہے [illegible] بھائی بہن بیوی دوست
[illegible] یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ
کے آل [illegible] ہیں ۔ اگر آپ کو اپنی حالت
[illegible] الحمدللہ آپ [illegible] خدا کا شکر کیجئے ۔
اور [illegible] استقامت [illegible] کے لئے دعا کیجئے [illegible] اور زیادتی کی خواہش
کیجئے ۔ اور اگر معلوم ہو کہ ابھی کسی طرح کی کمی ہے تو اس کمی کا کیا سبب ہے
اس کی تلاش کیجئے ۔ آپ کو اسکا راز انشاءاللہ کھل جائیگا ۔

آنحضرت کے مقابل کسی کی محبت ہے تو اسکا علاج

اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلہ میں کسی چیز کی محبت زیادہ ہے مثلاً ماں باپ سے محبت اس وجہ سے کہ خدا ورسول کے احکام وفرائض بھی اس محبت کی ضمن میں چھوٹ جاتے ہیں تو اس کی اصلاح اس طرح ہو سکتی ہے کہ دل میں یقین کریں کہ ماں باپ کا ساتھ صرف دار دنیا تک ہے ۔ اگر آج ان کا سایہ سر پر سے اٹھ گیا یا خود ہم رخصت ہو گئے تو یہ رشتہ ٹوٹ جائیگا ۔ قیامت ہوگی تو انکو اپنی ہی فکر ہوگی ۔ اگر اتفاق سے مل بھی گئے تو وہ کب ساتھ دے سکتے ہیں ۔ یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ۔ اس دن کو یاد کرو

اس زمانہ میں نسبی بھائی، ماں باپ اور بہن بھائی سے کٹ گئے تھے
ایسی حالت ہو گئی کہ ایک دوسرے کی فکر نہ رہتی۔ اگر باپ ادھر ہے تو
بیٹا ادھر۔ وہاں کوئی چیز تھی تو صرف ایمان ہے جس کی تکمیل آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کی محبت پر موقوف ہے۔ وہاں سب کو نفسی نفسی دنیا کا وصل ہوگی
اور آپ ان کی اتنی فرماتے۔ آپ تو ہم جیسے ضعیفوں کا وسیلہ اور ہم گناہگاروں
کی شفاعت کے مستحق ہو گئے۔

ذرا غور کرو اور خود ہی فیصلہ کرو کہ کیا کسی ایسی چیز کی محبت آپ سے
بڑھ کر نہ ہونے تک [illegible] ساتھ دینے والی ہے۔ اور نہ معلوم [illegible]
بھی کتنی الجھنیں پیش آئیں ہوں گی یا اس مبارک ذات سے رابطہ ٹوٹتا ہے
جس کی بدولت کائنات کا وجود ہوا اور دنیا و آخرت کی خیر و فلاح اس
کی محبت میں مضمر ہے۔

کسی اور سے زیادہ محبت کا مطلب | دوسری چیزوں اور تعلقات کو چھوڑنا بھی صرف
اس وقت ضروری ہے جبکہ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت
کے ساتھ کسی اور چیز کی محبت کا تصادم ہو اور اس کی محبت میں آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی حکم یا اللہ سبحانہ کے فرائض میں سے کوئی فریضہ رہ جاتا ہو
ورنہ جس چیز کا تعلق اسلام سے جدا نہ ہو اور اس کی محبت سے فرائض اللہ یا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی حکم کی تعمیل میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہوتی ہو تو
شریعت مطہرہ اس کی مانع نہیں۔ بلکہ وہ تو نہ صرف ماں باپ، بھائی بہن
بلکہ تمام دنیائے اسلام سے برادری کا ناطہ جوڑتی اور سب کے ساتھ محبت
و آشتی کا حکم دیتی ہے۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ ایماندار لوگ بھائی بھائی
ہیں۔ کس کا حکم ہے؟ اللہ سبحانہ کا۔ سورۂ حجرات پڑھئے۔ اَلْمُؤْمِنُ

لِلْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۔ کس کا ارشاد ہے؟ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کا تکلیف میں پڑنا ہے کہ وہ چیز کو نوبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
صحابہ میں اچھی نہ تھی ۔

خلاصہ مقصد | یہ حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک ذات تھی محبت کے قابل ہے۔ جس طرح اپنی ذات اقدس کے قابل تھے بیشک ہیں۔ آپ کی ہر ہر چیز اور آپ سے نسبت رکھنے والی ہر ایک شئے جان و مال اور دل جان سے عزیز ہونی چاہئے۔

آپ کے ارشادات۔ آپ کی سنت۔ آپ کا عمل۔ آپ کی وضع آپ کے اخلاق۔ آپ کی آل۔ آپ کے اہل بیت۔ آپ کے اصحاب آپ کا مسکن۔ آپ کا مدفن۔ آپ کی محبوب چیزیں۔ آپ کے محبین۔ متوسلین۔ متبعین۔ آپ کی امت وغیرہ وغیرہ یہی ایمان کامل ہے۔ اور کاملین کا یہی شعار رہا ہے۔ اور اس میں جس قدر کمی ہے اس کی تکمیل کی ضرورت ہے۔ خداوند تعالیٰ ہمیں آپ کی محبت عطا فرمائے۔ اور جس قدر کمی ہے۔ اس کی تکمیل فرمائے اور اس کی توفیق بخشے۔ اور اس پر استقامت دے۔ آمین آمین۔

فصل

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد فقد قال اللہ جل وعلا۔ والذین
تبوءو الدار والایمان من قبلہم یحبون من ہاجر الیہم ولا
یجدون فی صدورہم حاجۃ مما اوتوا ویؤثرون علی انفسہم
ولو کان بہم خصاصۃ ومن یوق شح نفسہ فاولئک ہم
المفلحون۔ ترجمہ جن لوگوں نے مہاجرین کے دار الہجرۃ (مدینہ طیبہ
زادہا اللہ تعالیٰ شرفاً وتعظیماً) آنے سے پیشتر اس کو اپنا ٹھکانا بنا لیا اور ایمان کو اپنے
دل میں جگہ دی تھی وہ ہجرت کر کے اپنی طرف آنے والوں کو محبوب جانتے
ہیں اور ان (مہاجرین) کو کوئی چیز دی جائے تو اس کی احتیاج اپنے
دل میں نہیں رکھتے۔ اور اگر خود کو اس کی حاجت بھی ہو تو ایثار سے کام
لیتے اور ان (مہاجرین) کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے ہیں اور لوگوں کا
مال سمیٹنے کی خواہش جو نفس کو ہوتی ہے اس سے جو شخص دور رہا بس ایسے

یہ لوگ فلاح پانے والے ہیں

کمال ایمان کی علامت | یہ سورہ حشر کی آیت ہے اس سے پایا جاتا ہے کہ ایمان کی
کامل محبت اور [illegible] کی علامت یہ ہے کہ محبوب کی طرف سے کوئی
آ[illegible] [illegible] محبوب جانے۔ اس کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر مقدم
[illegible] اور خود کو میسر نہ آئے تو اس سے دل گیر نہ ہو
اور اس کا [illegible] پہنچنے کی خواہش نہ کرے۔ اوصاف مذکورہ بالا صحابہ کرام
کے [illegible] گروہ (انصار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) میں بدرجہ
کامل موجود تھے۔

مہاجرین کی وجہ تسمیہ | کفار قریش کی ایذائیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
اور آپ کے اصحاب کبار پر مسلسل ہوگئیں اور فہمائش کی انتہا ہو چکی اور صبر
بھی حد سے سوا ہو گیا تو بارگاہ رب العزت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مدینہ
طیبہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم ہوا۔ اس کی تعمیل میں صحابہ کرام اپنے وطن مالوف
(مکہ مکرمہ) کو خیرباد کہکے جوق جوق مدینے پہنچے اور وہیں کی مستقل بود و باش
اختیار فرمائی اسی وجہ سے اس مبارک گروہ کو مہاجرین کے لقب سے یاد
کیا جاتا ہے کہ انہوں نے حکم خدا و رسول کی تعمیل میں اپنے وطن اصلی
کو چھوڑ دیا تھا اور اس واقعہ کو ہجرت کہا جاتا ہے۔ سنہ ۱۳۴۳ ہجری اسی مبارک
واقعہ ہجرت کی یادگار ہے جو اب تک جاری ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ قیام
قیامت تک جاری رہیگی۔

انصار کی وجہ تسمیہ | صحابہ کرام کا دوسرا گروہ جو پیشتر سے مدینہ طیبہ ہی میں بود و باش
اختیار کئے ہوئے تھا وہ انصار کے نام سے موسوم ہے یہ لفظ نصرت سے

لیا گیا ہے جس کے معنی مدد کے ہیں۔

محبت انصار کی ابتداء

انصار رضوان اللہ علیہم اجمعین ہجرت سے بیشتر بھی مختلف طور پر محض موسم حج میں مکہ مکرمہ آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ سے شرف ملاقات حاصل کرتے اور اپنے قلوب کو انوار ایمان و عرفان سے منور کرتے تھے کیونکہ سراجاً منیرا آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا خطاب ہے جو رب العزت کی طرف سے ملا ہے اس سے انصار کا ایک ایک دل روشن ہوتا اور دوسروں پر اپنی مبارک شعاعیں ڈالتا اور ان کے قلوب کو نورانی بناتا تھا۔ چنانچہ واقعہ ہجرت تک انصار کی ایک خاصی جماعت مشرف باسلام ہو چکی تھی۔ اور ہجرت سے دو سال پیشتر ہی انہوں نے مساجد کی بنیادیں ڈال دی تھیں یہ سب اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں کیا تھا۔ مہاجرین جیسے جیسے مدینہ طیبہ وارد ہوتے حضرات انصار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین خوشی خوشی ان کا خیر مقدم کرتے اور ان کو اپنے پاس جگہ دیتے۔ گھروں کو لیجا کر خاطر مدارات فرماتے۔ مہمانی کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتے۔

انصار کی محبت مہاجرین کے ساتھ

انصار کا یہ عمل کسی ذات پات کے اختیار یا رنگ و روپ کے اشتراک کے باعث نہ تھا بلکہ اس وجہ سے کہ یہ ان کے حبیب صادق رحمۃ للعالمین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین کے پاس سے آئے ہوئے اور اسی مبارک ذات سے نسبت رکھنے والے ہیں جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں انواع و اقسام کی تکالیف شاقہ برداشت کیں اور ایسی ایسی سختیاں اٹھائیں کہ ان کے سننے سے کلیجہ کانپ اٹھتا ہے مگر اس پر بھی ان کی محبت و دوستی میں کسی قسم کا

فرق نہ آیا بلکہ ازدیاد ہی ہوتا گیا۔

مہاجرین کے مناقب

انصار کو یہ بھی معلوم تھا کہ مہاجرین کی وہ بزرگ جماعت ہے جنہوں نے ہر حال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ دیا۔ اگر آپ بھوک پیاس کے عالم میں تھے اور اس وجہ سے شکم مبارک پر پتھر باندھتے تھے تو مہاجرین میں بھی کئی اصحاب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع وپیروی یا بالفاظ دیگر آپ کی محبت میں بھوک اور پیاس کے وقت پیٹ پر پتھر باندھے تھے اور یہ بھی معلوم تھا کہ مہاجرین میں وہ بزرگوار بھی ہیں جنہیں موسم سرما نے بہت دق کیا اور اس کے دفع کرنے کے لئے ان کو کپڑا میسر نہ آیا تو زمین میں گڑھا کھود کر اس میں بیٹھے بیٹھے جاڑے کی راتیں گزار دیں۔ لیکن دولت ایمان کے مقابلہ میں اس تمول کی خواہش نہیں کی جو حالت کفر میں میسر آ سکتا تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت صادقہ کا ثبوت دیا۔ ایسے بزرگوار جب مدینہ شریف آ رہے تھے تو حضرات انصار کو کیونکر خوشی نہ ہوتی۔

انصار کی خوشی آنحضرت کی تشریف فرمائی پر

اس کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد آمد کی بشارت معلوم ہوئی تو حضرات انصار اور ان کی بی بیاں بچے نوکر چاکر باندی غلام (جو در اصل ہمارے آقا ہیں) غرض سارا زمانہ چشم براہ اور مشتاق دید ہو گیا ؎

خبرم رسید امشب کہ نگار خواہی آمد　　سر من فدائے راہے کہ سوار خواہی آمد
ہمہ آہوان صحرا سر خود نہادہ برکف　　بامید آنکہ روزے بشکار خواہی آمد

جس وقت ناقہ مبارک مدینہ شریف کی گلیوں میں پہنچی ہے بہجت وسرور کی لہریں دوڑنے لگیں۔ مسرت وشادمانی نے بیخود بنا دیا۔ چھوٹی چھوٹی لڑکیاں

خوشی کی گیت گانے لگیں ؎

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا مِنْ ثَنِیَّاتِ الْوَدَاعِ

وَجَبَ الشُّکْرُ عَلَیْنَا مَا دَعَا لِلّٰہِ دَاعٍ

مواخات | حضرات انصار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے صرف اس خیر مقدم اور ہجوم و ہماہمی پر اکتفا نہیں فرمائی۔ بلکہ آنحضرت کے ارشاد کے مطابق جملہ مہاجرین کو ایک ایک انصار نے اپنا اپنا بھائی بنا لیا۔ اور اپنی جائداد۔ مال و متاع وغیرہ میں برابر کا حصہ دار کر لیا۔ اور نصف نصف بانٹ دیا جس کی تفصیل آپ سن چکے ہیں۔ انہی واقعات کی اللہ سبحانہ نے یُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَیْهِمْ کے ذریعہ شہادت ادا فرمائی ہے۔ اب ایثار کا حال سماعت فرمائیے۔

ابو طلحہؓ انصاری کی مہمان نوازی اور ایثار | بخاری شریف اور مسلم شریف۔ ترمذی شریف اور نسائی شریف نیز دیگر کتب احادیث شریفہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صحابی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بارگاہ رسالت میں گداگرانہ حاضر ہوئے اور عرض کی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَصَابَنِیَ الْجُهْدُ اے خدا کے پیارے رسول! مجھے بڑی مشقت پہنچی ہے۔ ان کا اشارہ بھوک کی طرف تھا یعنی شدت کی بھوک لگی ہے۔ آپ نے حرم مبارک میں دریافت فرمایا۔ وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اَلَا رَجُلٌ یُضِیْفُ هٰذَا اللَّیْلَةَ رَحِمَهُ اللّٰہُ تَعَالٰی کیا کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو اس بھوکے کو آج کی رات مہمان بنائے خداوند تعالیٰ اس پر رحم فرمائیگا (جو اس کو مہمان بنائے) یہ سنتے ہی ایک انصاری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کی

أَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ۔ اے خدا کے پیارے رسول میں ہوں (جو آپ کے مہمان کی مہمانی کرونگا ۔) اور ایک روایت یہ ہے کہ وہ بزرگ حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ تھے ۔ چنانچہ وہ خوش خوش انکو اپنے گھر لے گئے اور اپنی بی بی سے فرمایا ۔ اَکْرِمِیْ ضَیْفَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَدَّخِرِیْنَ شَیْئًا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان کی خاطر کرو ۔ کوئی چیز ان کی وجہ سے اٹھا کر نہ رکھو ۔ یعنی جو کچھ ہو سب پیش کردو ۔ بی بی نے قسم کھا کے کہا کہ بچوں کی خوراک کے سوا کچھ بھی نہیں ہے ۔ ان بزرگ نے فرمایا ۔ بچوں کو پہلے سے ہی سلادو ۔ اور یہاں آہستہ سے آکر چراغ گل کردو ۔ ہم آج کی رات حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مہمان کی خاطر یوں ہی گزار دینگے ۔ چنانچہ ان نیک بی بی نے ایسا ہی کیا ۔ صبح وہ مہمان و میزبان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا ۔ ان انصاری مرد اور انصاریہ بی بی کا حسن سلوک جو انہوں نے مہمانوں کے ساتھ کیا تھا حق تعالیٰ کو بہت پسند آیا اور ان کی شان میں یہ آیت کریمہ نازل فرمائی وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰی اَنْفُسِہِمْ وَلَوْ کَانَ بِہِمْ خَصَاصَۃٌ اگرچہ خود کو حاجت ہو لیکن وہ اپنی حاجت پر دوسروں کی ضرورت کو ترجیح دیتے ہیں ۔

ثابت بن قیس انصاریؓ کی مہمان نوازی اور ایثار

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو انصاری صحابی تھے انہوں نے بھی ایک وقت ایسا ہی کیا ۔ مسلمانوں میں سے ایک شخص تین دن سے بھوکے تھے ۔ دن کو روزہ رہتے اور شام کو افطار کے لئے کچھ میسر نہ آتا ۔ پھر دوسرے دن روزہ رکھ لیتے اس طرح تین دن

گزر گئے مگر ان نیک مرد بزرگ نے کسی سے اظہار حال نہ فرمایا۔ اندازہ سے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے تاڑ لیا۔ فوراً گھر گئے اور اپنے گھر والوں سے کہا کہ میں ایک مہمان کو لاؤنگا کھانا پیش کیا جائے تو تم میں سے کوئی ایک چراغ کی بتی درست کرنے کے لئے اُٹھے اور اس کو درست کرتے کرتے گل کردے۔ اور دستر خوان پر آکر برتن میں ایسا ہی ہاتھ مارنا اور آواز کرنا شروع کرے۔ جیسا کہ کھانا کھانے کے وقت ہوتا ہے اور جب تک مہمان کھانے سے فارغ نہ ہو جائے کوئی کچھ نہ کھائے۔

چنانچہ وہ مہمان جب آئے تو حضرت ثابت بن قیس اور اُن کے گھر والوں نے حسب مذکور عمل کیا یعنی دستر خوان بچھ گیا اور سب بیٹھ گئے تو انصاری موصوف کی بی بی چراغ کو درست کرنے کے لئے اٹھیں اور بجھا دیا۔ مہمان کو اس واقعہ کی اطلاع نہ تھی۔ مہمان کھانا کھانے میں مصروف ہو گیا اور باقی لوگ صرف خالی ہاتھ چلاتے اور آوازیں کرتے رہے۔ مہمان یہی سمجھتا رہا کہ سب لوگ کھانا کھا رہے ہیں۔ پیٹ بھر کھانا کھا لیا۔ اور چلا گیا۔

لکھا ہے کہ مہمان کے سامنے جو پیش کیا گیا تھا۔ صرف ایک روٹی تھی۔ جو تمام گھر والوں کا اذوقہ تھا۔ اس کے سوا کچھ نہ تھا۔ صبحدم جب ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ اللہ سبحانہ کو تمہاری مہمان نوازی بہت پسند آئی اور یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔ وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ۔

صحابہ کرامؓ کا ایثار

مستدرک حاکم اور سنن بیہقی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک صحابی کے پاس کسی نے بکری کا سر ہدیۃً بھیجا تو انہوں نے

کہا کہ ہمارے بھائی فلاں صحابی اور اُن کے بال بچے مجھ سے زیادہ اس کے مستحق ہیں ان کے پاس بھیجدو۔ چنانچہ ان کے پاس بھیجدیا گیا۔ انہوں نے دوسرے کو اپنے سے زیادہ مستحق تبلایا۔ پھر اس نے تیسرے کی نشاندہی کی۔ اور یہی تسلسل سات گھروں تک قائم رہا۔ بالآخر پہلے شخص کے پاس وہ سرا لوٹ کر آیا۔

صحابہ کرام کا ایثار مرتے دم تک

ایک غزوہ میں کئی صحابہ زخمی پڑے ہوئے تھے اور شدت کی دھوپ تھی پیاس کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ ایسے میں ایک صحابی پانی لئے ہوئے پہنچ گئے ایک کے پاس پانی پیش کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میرا دوسرا بھائی زیادہ تشنہ اور زخمی ہے پہلے اس کو پانی پلاؤ۔ ان کے پاس لے گئے تو انہوں نے تیسرے کو تبلایا۔ وہاں لے گئے تو انہوں نے چوتھے کو دینے کے لئے فرمایا بالآخر اُن میں سے ایک نے پھر پہلے شخص کے پاس لے جانے کے لئے کہا۔

جب وہ پہلے شخص کے پاس پہنچے تو ان کو واصل بحق پایا دوسرے کے پاس آئے تو وہ بھی رخصت ہو چکے تھے۔ تیسرے اور چوتھے کا بھی خاتمہ ہو چکا تھا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وارضاہم عنا۔

واقعات بالا پر ایک نظر

ان واقعات پر اگر آپ گہری نظر ڈالیں تو آپ کو بڑے بڑے سبق ملینگے اور محبت کس کو کہتے ہیں اس کا حال معلوم ہوگا واقعات اگرچہ مختلف اور متعدد ہیں مگر وہ سب کے سب صرف ایک سلک محبت میں منسلک ہیں۔

محبت کے آگے وطن کوئی چیز نہیں

حضرات مہاجرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا حال ہے

آپ کو سبق ملیگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی ہدایات و تعلیمات
کے مقابلہ میں دنیا اور اس کی کوئی چیز وقیع نہیں۔ وطن کے لئے نی
زمانا قربانیاں کی جارہی ہیں۔ ایک عالم میں ہلکہ مچا ہوا ہے اس قدر
جد و جہد جاری ہے اور ہر طرف سے ابنائے وطن چیخ
پکار میں ہیں۔ اور ہر دم حُبُّ الوَطَنِ مِنَ الْاِیمَانِ اُن کے
پیش نظر ہے ان اعتبارات سے وطن انسان کو جس قدر عزیز ہو وہ بجا ہے
لیکن آپ کو معلوم ہو چکا کہ مکہ مکرمہ زادہا اللہ تعالیٰ شرفاً و تعظیماً مہاجرین
صحابہ کا وطن مالوف اور ان کا مسقط الراس تھا۔ لیکن ابنائے وطن
نے جب حق کے ساتھ مقابلہ شروع کردیا۔ اور اہل حق کا پیچھا کیا۔ ان کی
ایذارسانی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی تو ایسے وطن کو خیرباد کہہ دیا۔
ناحق شناس۔ اور ناحق پسند لوگوں کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اگرچہ ان میں
ان کے باپ دادا۔ بھائی بند۔ بی بی بچے۔ عزیز۔ قریب۔ نوکر چاکر۔
دوست آشنا۔ سب کچھ تھے۔ جائدادیں تھیں۔ دولت و حکومت تھی سب
سے ہاتھ دھولیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی کو سب پر
ترجیح دی۔ اور اس کو غنیمت جان کر ہمراہ رکاب ہوگئے۔ بھوک پیاس کی
تکلیف اٹھائی۔ پیٹ پر پتھر باندھے۔ جاڑے سے ستائے گئے۔ بات بات
پر آزمائش ہو رہی تھی۔ اور قدم قدم پر امتحان گاہ بن گئی تھی مگر آفریں
اور صد ہزار آفریں ان عالی ہمت و فراخ حوصلہ گروہ مبارک مہاجرین پر
کہ ایسے دشوار گزار میدان سے مظفر و منصور گزرے اور ایسے سخت امتحان
میں کامیاب ہو کر رہے۔ ان حضرات کو اپنی امیدوں اور مقاصد عالیہ میں
کامیاب کرنیوالی کونسی چیز تھی؟ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

محبت تھی اور واقعات ہوتے ہیں —
میں سے آپ کو [illegible] کہ جب انصار نے مہاجرین کی جو کچھ خاطرداری فرمائی وہ آپ سن چکے ہیں مگر مہاجرین کی بھی کیفیت تھی کہ کبھی اپنا بار بیجا طور پر نہیں ڈالا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو عشرہ مبشرہ میں سے تھے جب ہجرت کرکے مدینہ شریف تشریف لائے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قائم کئے ہوئے رشتۂ مواخات کی وجہ سے ایک انصاری صحابی کے پاس ٹھہرے رہے انہوں نے بھی حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ درخواست کی کہ موجودہ مال ومتاع سے نصف حصہ اپنا تصور فرمائیں۔ آپ نے فرمایا آپکا مال ومتاع آپ کو مبارک ہو دُلّونی علی السوق۔ مجھے ذرا بازار تو بتادو ایک روز بازار جاکر بازار کا رنگ ڈھنگ دیکھ لیا اور تجارت شروع فرمادی۔ اللہ سبحانہ نے آپ کو اس میں جو دولت وثروت عنایت فرمائی اس کا اندازہ صرف اس سے ہو سکتا ہے کہ انتقال کے بعد جب متروکہ تقسیم ہوا تو ان کی ایک ایک بی بی کے حصہ میں کئی ہزار دینار ودرہم آئے آپ کو معلوم ہے کہ زوجہ کا حصہ سب سے چھوٹا حصہ ہوتا ہے اور جب کئی زوجات ہوں تو سب اسی چھوٹے حصہ میں سے آپس میں تقسیم کرلیتی ہیں۔ آپ نے دوسروں کو دینے کے لئے جو وصیتیں فرمائی تھیں وہ اس کے علاوہ تھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں پر جو دولت لٹائی تھی اور اسلامی خدمات انجام دئے تھے ان کا کوئی شمار نہیں۔

حضرات انصار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اپنی محبت کا ثبوت عملی طور پر جس طرح دیا وہ بھی آپ کو معلوم ہو چکا ہے اُن واقعات میں

بھی نہیں کی، بچوں کا بھوکا رہ گیا۔

[illegible] ابوطلحہ رضی اللہ عنہ [illegible]

آمد پر خوش ہونے اور ان کی خدمت کرنے کی [illegible]
خصوصیت ہے کہ اگر بار [illegible] سادات یا [illegible] یا مہاجر یا
انصار کی یادگار ہوں یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد و احباب [illegible] یا کمالات
علوم دینیہ وغیرہ وغیرہ بزرگان امت ہمارے پاس آئیں تو ان کی تشریف
آوری سے خوش ہونا چاہیے اور ہر شخص کو یہی تمنا ہونی چاہیے کہ کاش
وہ بزرگ ہمارے مہمان ہوتے اور یہ سب کسی نام و نمود کے لئے نہیں
بلکہ اس اعتبار سے کہ یہ حضرات نسبت عالی رکھتے ہیں۔ ایسی صورت میں
ان کے ساتھ محبت عین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ہوگی
صحیح حدیث میں وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا
جس نے ایک عالم کی عزت و توقیر کی اس نے گویا میری عزت و توقیر کی
جس نے ان کے ساتھ مصافحہ کیا وہ میرے ساتھ مصافحہ کیا۔

محبوب کے منتسبین کو اپنی جان اور اولاد پر بھی ترجیح ہے

حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی
مہمان نوازی کے واقعہ میں اس امر کا سبق
موجود ہے کہ اگر کسی کی مالی حالت تباہ ہے تو اس کی مہمانی سے پہلوتہی
نہ کرے۔ عام مہمانوں یا مذکورۂ بالا بزرگواروں کی مہمانی کا بھی وہی طریق
ہو جیسا کہ حضرت ابوطلحہ نے اختیار فرمایا تھا۔ اپنے چھوٹے چھوٹے بچے بھی کسی
وقت بھوکے رہ جاتے ہیں تو مضائقہ نہ کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کی محبت کی خاطر اور آپ کے ادب کو پیش نظر رکھ کر آپ کے
منتسبین کی خاطرداری کرے اور ایسا طریقہ اختیار کرے کہ مہمان

آزردہ خاطر نہو۔

محبوب کے متعلقین کو تمام قرابتداروں اور اپنے نفس پر بھی تفوق ہے۔

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصہ میں تعلیم دی گئی ہے کہ اپنی جان اور اپنے قرابتداروں کی جان پر جیسی تکلیف گزرتی ہے تو کسی وقت اس کی بھی برداشت کرے کوئی ایسا محتاج نظر آجائے جو باوصف احتیاج وفقروفاقہ کسی سے مانگتا نہیں اور نہ اظہار حال کرتا ہے۔ فاقہ پہ فاقہ ہوتا ہے مگر کسی کے پاس اپنی حاجت نہیں لے جاتا۔ ایسے موقع پر دوسرے لوگوں کا فرض ہے کہ اس کی سقیم حالت کا اندازہ کرکے اس کی ممکنہ خدمت کریں اور اسکی تکلیف دور کرنے یا اس کی مصیبت کو ہلکی بنانے میں سعی بلیغ کریں۔ انجان نہ ہوجائیں۔ اور اپنی احتیاج وتنگدستی پر نظر کرکے اس کو اسی حالت میں نہ چھوڑیں۔

محبوب کے متعلقین کے ساتھ ایثار

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے سبق حاصل کیا جاسکتا ہے کہ اپنے ساتھیوں میں جو شخص زیادہ حاجتمند ہے اس کو اپنی ذات پر ترجیح دیں اس کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر مقدم تر جانیں کوئی صورت ایسی نکل آئی ہے کہ اس سے خود مستفید ہوسکتے ہیں یا دوسرا۔ لیکن دونوں کے لئے وہ کفایت نہیں کرسکتی تو اس حالت میں اس دوسرے کا خیال کریں اور خود اس سے اپنا ہاتھ روک لیں۔ اگرچہ اس پر قبضہ کرلینا ہمارے لئے بہت آسان ہو۔

آخری دم تک ایثار ہاتھ سے نہ جائے

چند تشنہ کام شہداء کا جو واقعہ سنایا گیا ہے اس سے سبق حاصل کیا جاسکتا ہے کہ ایثار کو آخری دم تک ہاتھ سے نہ دینا چاہیے مردانگی وشجاعت یہی ہے کہ اپنے نفس کو مغلوب کرے

ع بڑے موذی کو مارا نفس امارہ کو گر مارا

محبوب کی محبوب چیزوں سے محبت | آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی محبوب چیزوں کو دوست جاننے کے سلسلہ میں آپ کے ارشاد کو بھی مد نظر رکھنا چاہئے حُبِّبَ اِلَیَّ مِنْ دُنْیَاکُمْ ثَلَاثٌ۔ اَلطِّیْبُ وَالنِّسَاءُ وَقُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ۔ حیات دنیا میں مجھے تین چیزیں پسند ہیں۔ ایک خوشبو دوسری عورتیں تیسری نماز۔ اور اس نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

خوشبو سے محبت | خوشبو کے متعلق زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ سب جانتے ہیں کہ وہ غذائے روح ہے اور دماغ کی قوت و تازگی اس کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہے۔ خوشبو کی وجہ سے دل پر فرحت و انبساط کے آثار جو پیدا ہوتے ہیں وہ بھی کسی سے مخفی نہیں ہیں اور خوشبو کو پاکیزگی میں کہاں تک دخل ہے وہ بھی بالکل ظاہر ہے۔ مبارک دین اسلام کی بنیاد ہی پاکیزگی اور ستھرائی پر ہے۔ جس طرح مذہب اسلام نے باطنی آلائشوں سے دور اور شرک و کفر کی اندرونی نجاستوں سے پاک ہونے کی تعلیم دی ہے یہ بھی حکم دیا ہے کہ جسم بھی پاک ہو اور جامہ بھی۔ نماز کی جو جگہ ہے وہ بھی پاک ہو۔ وضو اور غسل کا پانی وغیرہ بھی پاک ہو یہ سب مذہبی احکام ہیں۔ حکمت کے اصول ہیں کہ جب دنیا میں بدہوائی پھیل جاتی ہے اور اس سے اموات کی کثرت ہو جاتی ہے۔ مزاجیں بگڑنا شروع ہوتی ہیں تو بخورات و عطریات کا استعمال مفید ہوتا ہے۔ اس سے ہوا صاف ہوتی اور صحت و تندرستی کے علامات ظاہر ہونے لگتے ہیں ہیبت دفع ہو جاتی ہے۔ یہ بھی اصول حکمت ہے کہ چند آدمی ایک جگہ جمع

ہوتے ہیں تو ان کے تنفس سے ہوا مکدر ہو جاتی ہے۔ اور اس سے برے اثرات مترتب ہوتے ہیں۔ لہذا خوشبو لگانی چاہئیے۔ مذہب اسلام نے جمعہ و اعیاد کے مواقع پر جہاں آدمیوں کا اجتماع ہوتا ہے ذی مقدرت لوگوں کو خوشبو لگانے کا حکم دیا ہے۔ فقہ کی تمام کتابوں میں ایسے مواقع پر خوشبو کا استعمال مستحب و مسنون بتلایا گیا ہے۔

ایسی حالت میں اگر آپ اس اعتبار سے کہ اطباء و حکماء کا قول ہے خوشبو کا استعمال کرینگے تو آپ کو صرف طبی فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ارشاد مذکورہ بالا کو پیش نظر رکھکر اگر خوشبو کا استعمال فرمائیں تو "ہم خرما و ہم ثواب" کا مصداق ہوگا۔ طبی فوائد سے بھی مستفید ہو سکتے ہیں۔ اور اتباع سنت و حب نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی برکت اور اس کا ثواب بھی ہاتھ سے نہ جائیگا۔

صنف نازک سے محبت

دوسری چیز جس کی پرداخت منظور خاطر اقدس تھی وہ صنف نازک ہے۔ اللہ سبحانہ کے مخلوقات میں یوں تو ہر ذرہ کائنات ایک لاقیمت نعمت ہے لیکن ان کے منجملہ عورت دنیا کی ایک بڑی نعمت ہے۔ جو مردوں کے تصرف میں دیگئی ہے۔ افسوس ہے کہ لوگ اس کی قدر نہ جان کر عیش زندگی تلخ کر لیتے۔ اور عدالتوں کی کشاکش میں مبتلا ہوتے ہیں۔ کہیں نفقہ کے مقدمات پیش ہیں تو کہیں خلع و طلاق وغیرہ کے۔

اس میں شک نہیں کہ عدالت اگر اپنے حقیقی معنی پر قائم ہو تو اس کی وجہ سے زوجین کے حقوق کا تصفیہ اچھی طرح ہو جاتا ہے اور ایک کو دوسرے پر زیادتی کا موقع نہیں مل سکتا۔ لیکن یہ امر غور طلب ہے کہ عدالت اور محبت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ عدالت تو کسی فریق کی زیادتی کو دفع کرتی ہے

لیکن میدان محبت وہ ہے کہ یہاں زیادتی کا نام و نشان ہی نہیں۔ شعراء تو
محبوب کے ظلم و ستم کی بڑی بڑی کہانیاں اور داستانیں لکھ مارتے ہیں لیکن اگر
کوئی اس مظلوم ستم زادہ محبت سے پوچھے کہ اس کی نظر میں مظالم کی کیا انتہا
اعلیت ہے۔ محبت ہو تو ایک ایک تکلیف میں بھی لطف آتا ہے۔ اور
ایک ایک زخم بھی گلزار کا رنگ دکھاتا ہے۔ دکھ درد۔ رنج و تعب کا تو
وہاں گزر ہی نہیں۔

حضرات! اگر آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے محبت ہے تو
مبارک ہو۔ مگر غور کیجیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی محبوب چیزیں
آپ کی نظر میں کیا وقعت رکھتی ہیں۔ ان کے ساتھ آپ کا سلوک
کیا ہے۔ اگر آپ عدالت کا برتاؤ کرتے ہیں تو بھی مضمون بالا کے
مدنظر وہ محبت کی تعریف میں داخل نہ ہوگا۔ سبحان اللہ! کتنا زبردست
مضمون اور کیسی اصولی باتیں حضرت صاحب جوامع الکلم صلی اللہ
علیہ و آلہ وسلم نے معمولی اشاروں میں بیان فرما دیں۔ اور کیسے
مدتوں کے جھگڑے ایک مختصر سے جملہ میں طے فرما دیے۔ حُبِّبَ
اِلَیَّ مِنْ دُنْیَاکُمْ   اَلنِّسَاءُ۔ فداہ نفسی و ابی و امی۔

نماز کی محبت

تیسری چیز جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو محبت ہے
اور آپ نے اسکو اپنی مبارک آنکھوں کی ٹھنڈک فرمایا ہے۔ وہ نماز ہے
جس کی پابندی سات سال کی عمر ہی سے شروع ہو جانی چاہیے۔ جو مدت
حضانت کے ختم کا زمانہ ہے۔ اگر دس سال کی عمر ہو گئی اور ہنوز پابندی
نہ کی گئی تو ضرب کا حکم آیا ہے۔ اور زمانہ بلوغ کے بعد سے تو مدت العمر
نماز فرض ہی ہو جاتی ہے۔ سفر و حضر۔ شادی و غمی۔ رنج و راحت صحت و مرض

تنگی و فراخی، فقر و غنا، امن و خوف ہر حال میں یکساں طور پر فرض ہے کبھی ترک نہیں نہیں ہوئی۔ بار بار بتا دیا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو نماز سے اس درجہ شغف تھا۔ جب کبھی فرصت مل جاتی یا سب لوگ سو رہتے یا کوئی ضرورت پیش آتی۔ یا کوئی مہم رونما ہوتی وغیرہ وغیرہ۔ ان تمام صورتوں میں نماز ہی سے مدد لی جاتی تھی۔ بارش نہیں ہوئی تو صلوٰۃ الاستسقاء، چاند گہن سورج گہن ہو گیا تو صلوٰۃ الکسوف و الخسوف۔ میت کے لئے صلوٰۃ الجنازہ سب اس اجمال کی تفصیل ہے۔ قرآن پاک میں کتنی تاکیدات وارد ہوئی ہیں۔ اور کس کس طریقہ سے سمجھایا گیا ہے۔ احادیث شریفہ میں کیسی سزا و جزا بتائی گئی ہے مگر دیکھا جاتا ہے کہ نماز کے لیے جس درجہ تاکید وارد ہے اس سے اسی حد تک تغافل و تساہل سے کام لیا جاتا ہے۔ جس چیز کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے تصریح فرما دی کہ وہ مجھے محبوب ہے اور نہ صرف محبوب بلکہ اس سے میری آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں۔ اس سے تغافل برتا جانا بارگاہ رسالت میں کس درجہ محبت کا ثبوت پیش کرتا ہے آپ خود فیصلہ کیجیے۔

قوم سے خطاب | حضرات! ابھی وقت ہے اس کو ضائع نہ کیجیے اگر آپ اس سے صحیح طور پر کام لیں تو اس تھوڑے سے رہے سہے وقت میں بھی آپ بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ اور دنیا و آخرت کی سنبھال اور درستی بڑی حد تک ہو سکتی ہے۔ وَمَا تَوْفِيقُنَا إِلَّا بِاللهِ وَاللهُ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْهِ التُّكْلَانُ

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین

محمد عظیم جاہی